مذہبِ شیعہ
تصنیف
حضرت شیخ الاسلام علامہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی ○ پاکستان

تصنیف

حضرت شیخ الاسلام علامہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	مذہب شیعہ
مصنف	شیخ الاسلام علامہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ
بفیضان نظر	حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی برکاتہم العالیہ
تاریخ اشاعت	ستمبر 2004ء
تعداد	دو ہزار
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
کمپیوٹر کوڈ	1Z251
قیمت	-/42 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔فون: 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون: 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- zquran@brain.net.pk

فہرست مضامین

حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ	7
نادر اساس	19
ایمان کی بنیاد، تقیہ	20
عمدہ استدلال	23
قرآن کے متعلق عقیدہ	24
شاید کے اتر جائے......	25
مذہب شیعہ کی اساس	26
نکتہ	28
شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ممدوح	30
کشف الغمہ کا تعارف	32
کشف الغمہ کی گواہی	35
ایک اور معتبر گواہ	37
رافضی کون ہیں	38
رافضیوں کو قتل کردو	41
ہاں وہ صدیق ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	42
ہے کوئی ذی شعور؟	43
صاحب کشف الغمہ	44
معصوم ائمہ پر اعتراض	45
تو فتنہ باز ہے	47
عمر بزبان علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)	48
خلفاء ثلاثہ بزبان ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)	49

ذرا غور فرمائیں	51
شہید کربلا کی بے خبری	53
نصیب اپنا اپنا	53
شیر خدا بیعت کرتے ہیں	54
الٹی منطق	55
سوچیں ذرا	57
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام خطوط	59
اخلاق کا نادر نمونہ	62
ایک اور مثال	64
تو پھر شور کیسا؟	66
خلافت فاروق بزبان علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)	68
غصب یا رضا	69
خلافت علی کی وصیت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	71
حضرت علی کا جواب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	73
بیعت صدیق کا وعدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	76
خلفاء ثلاثہ بزبان حضرت حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)	78
واقعہ ہجرت	79
تحریف کا نادر نمونہ	83
فضیلت والا کون	84
عمر، داماد علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)	85
نیاز مندانہ مشورہ	86
انتظار کس بات کا	88

حدیث قرطاس	89
خم غدیر	90
ناطقہ سر بگریباں ہے	92
لطیفہ	94
یہ استدلال اور طرز استدلال	95
قرآن کا انکار	98
اپنوں کی مخالفت کیوں	101
مذہب شیعہ کا بانی	102
ذکر پدید آمدن مذہب رجعت در سال سی و پنجم ہجری	103
۳۵ ہجری میں رجعی مذہب پیدا ہونے کا ذکر	104
بہت بڑا افتراء پرداز	107
شیعہ منافق ہیں	109
قاتلین امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	110
تقیہ کی ضرورت	112
باغ فدک	113
راویوں کا تجزیہ	116
حدیث کو پرکھنے کی کسوٹی	117
نمازِ جنازہ میں تکبیریں	119
برے نام سے اجتناب	123
عجیب لطیفہ	123
وائے افسوس!	124

بندۂ پروردگارم امتِ احمد نبی
دوستدارم چاریار تابعِ اولادِ علیؓ
مذہبِ حنفیہ دارم ملّتِ حضرتِ خلیلؑ
خاکِ پائے غوثِ اعظم زیرِ سایہ ہر ولی

حضور شیخ الاسلام

حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ

برصغیر پاک وہند میں بسنے والے فرزندان اسلام کے لئے انیسویں صدی بڑے درد و کرب کی صدی تھی۔ ہندوستان کی وسیع و عریض مسلم مملکت بیسیوں چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ چکی تھی۔ ہر ریاست کا حکمران اپنی ذاتی وجاہت کے لئے یوں از خود رفتہ ہو چکا تھا کہ اسے نہ ملت کا غم تھا۔ نہ ہی قوم کے آفتاب اقبال کے غروب ہونے کا کوئی دکھ تھا۔ مسلمان اب آپس میں دست و گریبان تھے۔ دہلی شہر جو صدیوں سے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا مرکز رہا تھا، اپنے فرمانرواؤں کی نااہلی کے باعث اپنا اثر ورسوخ کھوتا جارہا تھا، اس سے بھی زیادہ المناک بات یہ تھی کہ بندہ مومن کا رشتہ اپنے کریم رب اور اپنے رؤف ورحیم مرشد سے کمزور ہوتا جارہا تھا عقیدے اور عمل کی مختلف بدعتوں نے اسلامی معاشرہ کو نڈھال کر دیا تھا۔ مسجدیں ویران تھیں، مدرسے بے چراغ تھے۔ خانقاہیں جہاں کبھی اللہ تعالیٰ کے شیر تشریف فرما ہوا کرتے تھے، اب روباہ کیش اور حقیقت اسلام سے بالکل بے بہرہ ملنگوں اور قلندروں کے تصرف میں تھیں۔

نور معرفت سے منور چہرے اور سجدوں کے نشانوں سے تابندہ پیشانیاں خال خال نظر آجاتی تھیں۔ وہ چشمے خشک ہوتے جارہے تھے جو قوموں کی کشت حیات کو سیراب کرتے ہیں۔ وہ تارے یکے بعد دیگرے ڈوبتے چلے جارہے تھے جو زندگی کے صحراؤں میں بھٹکنے والے راہروؤں کو اپنی منزل کا نشان بتاتے تھے۔

آپ خود سوچئے جہاں امراء ایک دوسرے کو پچھاڑنے کی سازشوں میں رات دن سرگرم ہوں، جہاں عوام اپنے منبع حیات سے روز بروز دور ہوتے جارہے ہوں،

وہاں عوام کی ذلت ونکبت، زوال وادبار کے علاوہ اور کس چیز کی توقع کی جاسکتی ہے وہ قوم جو اپنی تعداد کی قلت کے باوجود محض اپنے حسن عمل کے بل بوتے پر اتنے بڑے ملک پر صدیوں سے حکمرانی کرتی رہی تھی آج اس قوم میں وہ خوبیاں قصہ ماضی بن چکی تھیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی حکومت کا آفتاب 1857ء کی ایک شام کو غروب ہو گیا، ان محلات کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی جن میں بسنے والے اپنے خالق کو بھول چکے تھے۔ جن کے رات دن عیش و عشرت میں بسر ہوتے تھے ۔ جن کے ایوانوں میں ہر لمحہ ناؤ نوش اور رقص و موسیقی کی محفلیں بپا رہتی تھیں۔ چھ ہزار میل دور سے آئے ہوئے انگریز نے اپنے خالق کے باغیوں کو بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر دیا۔ علماء کرام کو تختہ دار پر لٹکا دیا۔ مدرسوں کو مقفل کر دیا گیا۔ علم و حکمت کے قیمتی نوادرات کو نذر آتش کر دیا گیا اور عام مسلمان، انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔

ہر طرف مایوسی کا اندھیرا چھایا ہوا تھا امید کی کوئی کرن کسی گوشہ سے بھی جھانکتی نظر نہیں آتی تھی لوگوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اب اسلام کا چراغ اس ملک میں دوبارہ روشن نہیں ہو گا مسلمان کا وجود حرف غلط کی طرح اس ملک کی تاریخ سے محو کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے انداز بھی بڑے نرالے ہیں۔ جب مایوسیاں چاروں طرف سے گھیرا تنگ کر لیتی ہیں، جب محرومیاں زندہ رہنے کی حسرت بھی دل سے چھین لیتی ہیں۔ عین اس وقت رحمت الٰہی ایک ایسے آفتاب کے طلوع ہونے کا اہتمام فرماتی ہے جو اس شب دیجور کو صبح سعید سے بہرہ ور کرنے کا باعث بن جاتی ہے۔ اس کی شعاعوں کو وہ تابشیں مرحمت فرماتا ہے جس کی شوخیوں کو دیکھ کر سارا عالم تصویر حیرت بن کر رہ جاتا ہے۔

پنجاب کے ضلع شاہ پور کے ایک گاؤں کو جس کا نام بھی کسی کو معلوم نہ تھا

قدرت نے اپنے ایک مقبول بندے کی پیدائش کے لئے پسند فرمایا۔ "سیال" کی چھوٹی سی بستی میں حضرت میاں محمد یار رحمتہ اللہ علیہ کے گھر میں ایک ایسا چراغ معرفت روشن ہوا۔ جس نے غم و حرماں کی اس تاریک رات میں چراغاں کر دیا۔ گھنے درختوں کے جھرمٹ میں چند کچے کوٹھے تھے۔ اس میں ایک ایسا مرد سعید پیدا ہوا۔ جس نے ایک عالم کے سوئے ہوئے بخت کو بیدار کر دیا اور لاکھوں کی بگڑی ہوئی تقدیروں کو سنوار دیا۔ ماں باپ نے اس فرزند ارجمند کا نام شمس الدین تجویز کیا۔ رحمت خداوندی نے اس کو شمس العارفین کے منصب جلیل پر فائز کیا۔ اس کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہونے والے ذکر الٰہی اور سنت نبوی ﷺ کی پیروی کا ذوق فراواں اور اسلام کے پرچم کو پھر اونچا لہرانے کا عزم جواں لے کر واپس لوٹتے۔ چند سالوں میں ملک کے طول و عرض میں ایسی خانقاہوں کا ایک جال بچھ گیا جہاں خود فراموش انسانوں کو خود شناسی اور خداشناسی کی منزل تک پہنچانے کا اہتمام کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پاک ہستی سے احیائے دین اور ملت کی شیرازہ بندی کا جو کام لیا تو اس کو دیکھ کر زمانہ ماضی کے اولوالعزم اولیاء کرام کے کارناموں کی یاد تازہ ہو گئی۔

حضرت خواجہ شمس العارفین قدس سرہٗ کے بعد آپ کے فرزند جلیل حضرت خواجہ محمد دین اپنے والد بزرگ کی خوبیوں کا پیکر جمیل بن کر زینت بخش سجادۂ فقر ہوئے آپ نے اپنے پدر بزرگوار کی اس تحریک کو مزید پختگی اور توانائی بخشی یہ سلسلہ فقر و درویشی رفتہ رفتہ بڑے بڑے شہروں سے گزر کر ان دور افتادہ دیہات تک پھیل گیا جو پہاڑوں اور صحراؤں میں گھرے ہوئے تھے۔

حضرت ثانی غریب نواز علیہ الرحمتہ کے بعد آپ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ ضیاء الملت والدین قدس سرہٗ نے صرف آستانہ عالیہ سیال شریف کو ہی نہیں صرف سلسلہ چشتیہ نظامیہ کو نہیں بلکہ جملہ سلاسل فقر و درویشی کو چار چاند لگا دیئے اور انگریز کے تسلط اور کفر کے تغلب کے خلاف اجتماعی جدو جہد کا آغاز ہوا۔ اسلام کا

یہ شیر دل مجاہد جس نے تمام عمر انگریز کے اقتدار کو ہر میدان میں للکارا تھا صرف پینتالیس سال کی عمر میں فردوس بریں کو سدھارا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلوص کو اس طرح نوازا کہ حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہٗ جیسا فرزند عظیم مرحمت فرمایا۔ پون صدی تک آپ زندگی کے افق پر چودھویں کا چاند بن کر چمکتے رہے، نور بکھیرتے رہے، ہر قسم کی ظلمتوں کو شکست پر شکست دیتے رہے اور آپ کے وصال پر ساری ملت اشکبار ہے آپ کے نیاز مند مختلف انداز سے اپنی نیاز مندیوں کا اظہار کر رہے ہیں۔

آپ کی ہمہ صفت موصوف شخصیت کے کس پہلو کا ذکر کیا جائے اور کس کا ذکر نہ کرنے پر قناعت کی جائے، اس گلستان جمال و کمال کے گل چینوں کے لئے یہ مرحلہ بڑا صبر آزما ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو ظاہری حسن عطا فرمایا تھا اس کی ہمیں تو کہیں نظیر نہیں ملتی، روشن چہرہ، اونچی بینی، چمکتی ہوئی غزالی آنکھیں، جبین سعادت کی کشادگی، داڑھی مبارک کا بانکپن قلب و نظر کو اسیر کر لینے والی تابدار زلفیں، جمال کی رعنائیوں کے باوجود جلال الٰہی کا ایسا پرتو چہرے پر ضوفگن رہتا تھا کہ بارگاہ اقدس میں لب کشائی کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

جذبہ جہاد رگ و پے میں ہر لحظہ موجزن رہتا تھا جہاد کی تیاری کے لئے جسمانی ورزش اور شکار آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ آپ کو قیمتی اور خوب صورت گھوڑوں سے بڑی محبت تھی۔ انمول نسل کی اپنی پسندیدہ گھوڑی کی پشت پر بیٹھ کر صبح سے شام تک ہرنوں کے تعاقب میں صحرا نوردی آپ کی بہترین تفریح تھی۔ کچھ عرصہ بازوں کے شکار کا بڑا شوق رہا۔ ان تمام مشاغل کے پیچھے خط نفس نام کی کوئی چیز نہ تھی محض جہاد کی تیاری کے لئے جسمانی ریاضت مقصد اولین تھا۔ گھوڑوں سے محبت بھی صرف اس لئے تھی کہ یہ جہاد فی سبیل اللہ کا ذریعہ ہے۔ بہترین بندوق بہترین

رائفل اور بہترین ریوالور سے آپ کا شوق دیدنی تھا۔ بھاگتے ہوئے ہرنوں کو، اڑتے پرندوں کو گولی کا نشانہ بنانا۔ آپ کے نزدیک ایک معمولی بات تھی۔ آپ کا نشانہ خطا ہو جائے یہ ممکن ہی نہ تھا۔

میں یقین سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ ان تمام سرگرمیوں کی روح کفار اور انگریز کے خلاف جذبہ جہاد تھا جو آخر وقت تک آپ کے دل میں چٹکیاں لیتا رہا۔ اپنے رب کریم کی بارگاہ میں آپ شہادت کے لئے ہمیشہ دست بدعا رہا کرتے۔ جب کشمیر کو آزاد کرانے کے لئے جہاد شروع ہوا تو آپ نے اپنے عقیدت مندوں کو اس جہاد میں حصہ لینے کی ترغیب دی۔ جو سینکڑوں کی تعداد میں سب سے اگلے مورچوں پر بھارت کی فوجوں سے برسرپیکار رہے، اور ان کے چھکے چھڑا دیئے۔ مجاہدین کشمیر کی مالی خدمت کرنے کے علاوہ آپ نے بے شمار سپاہیوں کو اسلحہ اور بارود اپنی گرہ سے خرید کر مہیا کیا اور اس کی کبھی نمائش نہ کی۔ جب 1965ء کی جنگ شروع ہوئی تو آپ نے اپنے کاشانہ اقدس کی تمام خواتین کے تمام زیورات افواج پاکستان کی خدمت میں پیش کر دیئے اور اس بے مثال قربانی کا کبھی اظہار نہ ہونے دیا۔

لنگر شریف میں اللہ تعالیٰ کی بڑی برکت تھی روز و شب سینکڑوں مہمانوں کو کھانا دیا جاتا۔ رقم جمع کرنے کا آپ کو قطعاً شوق نہ تھا جو آیا، خرچ ہو گیا۔ یحییٰ خاں دور میں جب کالے دھن پر قابو پانے کے لئے حکومت نے اعلان کیا کہ فلاں تاریخ تک پانچ پانچ سو اور سو سو کے نوٹ واپس کر دیئے جائیں تو لوگ اپنے نوٹوں کو تبدیل کرنے کے چکر میں رات دن سرگرداں اور پریشان تھے۔ قبلہ حضرت خواجہ صاحب نے خود مجھے بتایا کہ میری جیب میں اس وقت صرف آٹھ آنے تھے اس لئے مجھے قطعاً کوئی فکر نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کے بندے صرف اپنے دلوں کو ہی نہیں اپنی جیبوں کو بھی دولت سے پاک رکھتے ہیں۔

ملک میں جب کوئی دینی یا ملی تحریک اٹھی اور اس کے لئے جانی مالی قربانی کی

ضرورت محسوس ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا یہ بندہ اپنی ساری بے نیازیوں کے باوصف
السابقون الاولون کے زمرہ میں ہمیشہ پیش پیش نظر آتا ہے آپ کا جہاد صرف سیف
وسنان کے جہاد تک محدود نہ تھا، بلکہ قلم وزبان سے بھی آپ حق کی سربلندی
لئے ساری عمر مصروف عمل رہے باطل کسی روپ میں اور ملک کے کسی کونہ میں
سر اٹھاتا تو حضرت خواجہ محمد قمر الدین کا ڈنڈا اس کی کھوپڑی پر پٹاخ پٹاخ برسنے لگتا۔

انگریزی دور میں فتنوں کا سیلاب امڈ کر آ گیا کہیں عیسائیت کے نام نہاد مبلغ
اسلام کی حقانیت پر اپنے طعن و تشنیع کے تیر برساتے، کہیں ختم نبوت کے انکار
فتنہ، کہیں شان رسالت میں گستاخی کرنے والوں کی ہرزہ سرائیاں، کہیں صحابہ کرام
کی بارگاہ اقدس میں گستاخی کرنے کے لئے منظم سازشیں، کہیں اہل بیت کرام
عظمت و ناموس پر زباں درازیاں الغرض اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول ﷺ کا
محبوب مجاہد سب سے لڑا۔ سب کے سامنے سینہ سپر ہوا اور سب کو بتائید الٰہی
شکست فاش سے دوچار کیا۔

ہندوستان کی آزادی کے لئے جب تحریک چلی تو کانگریس پیش پیش تھی جس
کی قیادت متعصب اور تنگ نظر ہندوؤں کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن ہندو مہاشوں
مکاری نے بہت سے مسلمانوں کو اپنا ہمنوا بنالیا تھا۔ بڑے بڑے علماء، زعماء، فضلاء
ہندوستانی قومیت کے پرستار اور ہندو لیڈروں کے ہمنوا تھے اس وقت اللہ تعالیٰ
ملت مصطفویہ کو انگریز اور ہندو کی غلامی کے شکنجے سے بچانے کے لئے انتظام فرمایا۔

قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے پاکستان کا مطالبہ کیا تو حضور خواجہ صاحب
اپنے نور فراست سے قائداعظم کے موقف کی حقانیت کو بھانپ لیا اور ملک
بڑے بڑے دانشور یہ فیصلہ نہیں کر پائے تھے کہ قائداعظم کے دعویٰ میں کو
مقبولیت ہے یا نہیں، یا یہ قابل عمل بھی ہے یا نہیں۔ آپ نے ڈنکے کی چوٹ
پورے عزم ویقین کے ساتھ پاکستان کے حصول کے لئے جہاد میں قائداعظم

اقت اور اعانت کا اعلان کر دیا اور تاریخ کے صفحات اس بات کے گواہ ہیں کہ اس
د حق نے جو قدم اٹھایا وہ اس وقت تک نہیں رکا جب تک منزل نے بڑھ کر قدم
بیں چومے۔

صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کی مہم از بس خطرناک تھی۔ خان برادران کا یہاں
طی بول رہا تھا وہ گاندھی کے اندھے پرستار تھے اور سرخ پوش تحریک کی مقبولیت
یہ عالم تھا کہ صوبہ سرحد کے ہر شہر اور ہر گاؤں میں اس کے سرخ پرچم لہرا رہے
ے اگر اس ریفرنڈم میں مسلم لیگ شکست کھا جاتی تو پاکستان کا خواب تعبیر سے پہلے
منتشر ہو جاتا۔ جن لوگوں کی جوانمردی نے ملت مسلمہ کے لئے سرحد میں
میابی کے راستے ہموار کئے بلاشبہ ان مجاہدین کی صف اول میں حضرت خواجہ محمد قمر
دین کا چمکتا ہوا چہرہ آپ کو نمایاں نظر آئے گا۔

پاکستان معرض وجود میں آنے کے بعد اگرچہ عرصہ دراز تک موت و حیات کی
مکش میں رہا۔ جن لوگوں کو اس کی زمام اقتدار سونپی گئی انہوں نے اپنی نااہلی یا خیانت
رمانہ کے باعث اس نوزائیدہ مملکت کی مشکلات میں اضافہ ہی کیا، لیکن 1970ء کا
دور ساری ملت کے لئے بے حد تشویشناک تھا۔ اس وقت یہاں ایسی تحریک
روع ہوئی جو اسلام کے بجائے سوشلزم کو ملک کا دستور حیات بنانے کا عزم کر کے
ٹھی تھی اس سے قبل جو حکمران آئے انہوں نے بھی اگرچہ نظام مصطفیٰ کے نفاذ
کے لئے کوئی قابل ذکر خدمت انجام نہیں دی تھی۔ اور اگر کوئی قدم اس سمت میں
ٹھایا بھی تو بڑی بے دلی سے، لیکن یہ دور تو اپنے دامن میں ہنگامہ رستاخیز سمیٹ کر
یا تھا۔

بھٹو کی عیاریوں نے قوم کے ذہنوں میں اشتراکیت کا نقش اس طرح ثبت کر دیا
اب عام شاہراہوں پر اسلام مردہ باد کے نعرے سنائی دینے لگے۔ اب خوف آنے
اتھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو ملک لاکھوں شہیدوں نے اپنا خون بہا کر اور اپنی رنگ

رنگیلی جوانیاں لٹا کر اسلام کی خاطر حاصل کیا تھا۔ اس میں کہیں مارکس اور لینن
وغیرہ یہودیوں کا ابلیسی نظام نہ نافذ ہو جائے۔

بھٹو کے ساتھیوں کے نعرے بڑے گرجدار تھے ساری فضا سہمی سہمی تھی
بڑے بڑے سیاستدان منقار زیر پر تھے۔ کئی علماء بھی بایں جبہ و دستار اسلام۔
(کے نام پہ حاصل کردہ) اس وطن میں سوشلزم کے کانٹے بونے کے لئے بھٹو
ساتھ دے رہے تھے خوف وہراس، وحشت ویاس کے اس ماحول میں ایک آواز بلن
ہوئی کہ "پاکستان سوشلزم کا قبرستان بنے گا۔" ساری قوم چونک اٹھی اور بیگانے ا
نعرہ لگانے والے کی جرأت و بسالت پر انگشت بدنداں رہ گئے وہ آنکھیں مل مل
اس جوانمرد کا چہرہ دیکھنے کے لئے بے تاب تھے جس نے اپنی صدائے دلنواز سے ملک
بھر میں ہلچل پیدا کر دی تھی۔

وہ نعرہ لگانے والا کون تھا؟

وہ ہم سنیوں کا آقا، ہم چشتیوں کا مرشد، حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی تھ
اس نعرہ نے صور اسرافیل کا کام کیا۔ اور سوئی ہوئی ملت بیدار ہو گئی اور اس کے بید
ہونے کی دیر تھی کہ باطل کے نعروں کی وہ کڑک ختم ہو گئی وہ طلسم ٹوٹ گیا، جس
نے ساری قوم خصوصاً نوجوان نسل کو بری طرح اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ ایس
نازک دور میں کالعدم جمعیت علماء پاکستان کی قیادت اور اسلام کی عظمت کا جھنڈا جب
حضرت شمس العارفین کے خانوادے کے اس اولوالعزم مرد حق نے اپنے ہاتھ میں
اٹھالیا تو میدان جنگ (عمل) کا نقشہ پلٹ کر رکھ دیا۔ اور بھٹو اور اس کے حواریو
کے وہ ارادے خاک میں مل گئے جو اس گلشن اسلام کو ویران کر کے اسے اشتراکیت
مرکز بنانا چاہتے تھے۔

غلامان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پہلے انگریز کے خلاف برسرپیکار تھے۔ پھر ہن
سے جنگ آزما ہوئے۔ پھر داخلی فتنوں نے ان کی ساری توجہ اپنی طرف مبذو

رکھی۔ اس عرصہ میں فتنہ مرزائیت ہر قسم کی مزاحمت سے بے خوف ہو کر اپنے پاؤں پھیلاتا رہا، اپنی بنیادیں مضبوط کرتا رہا۔ انہیں اپنے وسائل کو منظم کرنے، اپنی سازشوں کو مرتب کرنے کے لئے طویل فرصت مل گئی۔ سول کے محکموں میں پہلے ہی ان کے لوگ کلیدی آسامیوں پر قابض تھے اس عرصہ میں انہوں نے بری، بحری اور ہوائی افواج میں بھی اپنی پوزیشن مستحکم کرلی۔ یہاں تک کہ پاکستانی فضائیہ کا سربراہ اعلیٰ ایک قادیانی (ظفر چوہدری) بننے میں کامیاب ہو گیا اور اس میں اتنی جرأت پیدا ہو گئی کہ ماہ دسمبر میں ربوہ میں ان کی جو سہ روزہ کانفرنس ہوئی۔ اس موقع پر اس نے پاکستانی فضائیہ کے طیاروں کو حکم دیا کہ وہ اس کے جھوٹے نبی جھوٹے خلیفہ کو سلامی دیں۔

انہیں یہ توقع تھی کہ ایک جست میں وہ پاکستان کے اقتدار پر قبضہ کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کی امت کو انگریزوں کے ان پٹھوؤں، اسلام اور ملت اسلامیہ کے دشمنوں کی خطرناک سازشوں سے بچانے کے لئے ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر رونما ہونے والے ایک معمولی سے واقعہ کو اس کا ذریعہ بنا دیا۔ پھر ختم نبوت کی تحریک ملک کے کونہ کونہ میں پھیل گئی۔ یہاں تک کہ حکومت مجبور ہو گئی کہ وہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔ اس وقت بھی حضرت شیخ الاسلام نے جو قائدانہ اور مجاہدانہ کردار انجام دیا وہ محتاج بیان نہیں۔

تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں بھی آپ کی خدمات تا ابد تابندہ و درخشندہ رہیں گی۔

رمضان المبارک کی چودہ تاریخ تھی جمعہ کا دن تھا زائرین کے ہجوم سے آستانہ عالیہ کا کونہ کونہ بھرا ہوا تھا۔ یہ جمعہ حضرت غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مسجد میں ادا فرمایا اور اپنے خدام کو اور اپنے پروانوں کو دعاؤں کے ساتھ الوداع کیا۔ اس دن خلاف معمول روزہ گھر میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ افطار فرمایا۔ رات سیال

شریف میں بسر کی۔ حضرت صاحبزادہ غلام نصیر الدین صاحب کے صاحبزادے علاج کے لئے لاہور گئے ہوئے تھے ان کی مزاج پرسی کے لئے لاہور جانے کا پروگرام بنایا۔ سحری تناول فرمانے کے بعد حضرت غریب نواز نے، حضرت شمس العارفین کے روضہ مقدسہ پر حاضری دی اور دعائے خیر کے بعد اپنی زندگی کے آخری سفر پر روانہ ہوئے۔

سرگودھا لاہور سڑک پر (سرگودھا سے چند میل کے فاصلے پر) چک نمبر 11 کا پل ہے۔ آپ کا عمر بھر کا ڈرائیور غلام حیدر جو پینتالیس سال سے آپ کا ڈرائیور تھا، کار چلا رہا تھا، صبح کے سات بج رہے تھے۔ سورج طلوع ہو چکا تھا ہر طرف روشنی ہی روشنی تھی کہ چک نمبر 11 کے پل کے قریب غلام حیدر نے سامنے سے ایک ٹرک آتا ہوا دیکھا وہ غلط سمت سے آرہا تھا محتاط ڈرائیور نے اپنی سابقہ روایات کے مطابق گاڑی کو اور بائیں جانب کر لیا، لیکن ٹرک نے اپنی سمت درست نہ کی تو غلام حیدر نے حضرت کی گاڑی کو کچے راستے پر اتار لیا لیکن ٹرک کا ڈرائیور معلوم نہیں نشہ میں دھت تھا یا سو رہا تھا اپنے ٹرک کو کنٹرول نہ کر سکا۔ اچانک ایک دھماکہ ہوا۔ قیامت خیز دھماکہ، جس نے گاڑی کا کچومر نکال دیا ڈرائیور غلام حیدر اپنے آقا کے قدموں میں نذرانہ جان پیش کر کے وہیں سرخرو ہوا۔

ایک دوسرا خادم اللہ بخش، جس کی چند روز بعد شادی ہونے والی تھی، وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کو شہادت کا تاج پہنا دیا گیا۔ شاید ایسے جان نثار اور جان باز خدام کے لئے ہی حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

بنا کردند خوش رسمے بہ خون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

باقی دو ساتھی حاجی محمد نواز جو حضرت کا دیرینہ اور راز دار خادم ہے اس کا بازو کئی جگہ سے ٹوٹ گیا۔ چوتھا ساتھی محمد اسلم بری طرح زخمی ہوا۔

حضرت قبلہ غریب نواز ڈرائیور کے ساتھ پہلی نشست پر تشریف فرما تھے۔
دھماکہ سن کر ارد گرد سے لوگ دوڑے ہوئے آئے حضرت کو باہر نکالا گیا آپ کی دائیں ٹانگ کی پنڈلی کی ہڈی کریک ہوئی تھی۔ چہرہ مبارک اور جسم کے دوسرے حصے بالکل صحیح سلامت تھے آپ کو کار سے نکال کر جب باہر چارپائی پر ڈالا گیا تو ایک آدمی نے پانی پیش کیا۔ آپ نے پینے سے انکار کر دیا۔ فرمایا: میں روزہ سے ہوں۔ پھر ٹرک میں چارپائی بچھا کر لٹا دیا گیا اور ڈسٹرکٹ ہسپتال سرگودھا لایا گیا۔

اس المناک حادثہ کی خبر، جنگل کی آگ کی طرح آنا فانا پھیل گئی۔ لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ ہسپتال میں جمع ہو گئے۔

بھیرہ میں ہمیں شام کے بعد اس حادثہ کی اطلاع ملی، لیکن اطلاع دینے والے نے ساتھ یہ بھی بتایا: حضور بخیر وعافیت ہیں۔ دوسری صبح سویرے عیادت اور زیارت کے لئے میں مع اپنے عزیزوں کے سرگودھا پہنچا۔ اس وقت ڈاکٹر صاحبان مرہم پٹی کر رہے تھے۔ ہسپتال کا سارا کھلا میدان نیاز مندوں اور عقیدت مندوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ سب کی زبان پر کلمات شکر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کریم آقا کو اس جانکاہ حادثہ سے بچا لیا ہے۔

ہم لوگ خوش تھے کہ تقدیر کی کمان کا تیر خطا ہوا، لیکن تقدیر ہماری کم نگاہی پر مسکرا رہی تھی۔

دو روز تک آپ ڈسٹرکٹ ہسپتال سرگودھا میں زیر علاج رہے۔ صدر محترم جنرل محمد ضیاء الحق کو جب اس سانحہ کا علم ہوا تو بے چین ہو گئے، ہر دس پندرہ منٹ کے بعد حضرت کی خبر گیری کے لئے فون کرتے رہے اور ڈاکٹروں کو تاکید کرتے رہے کہ علاج معالجہ میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو۔

سترہ رمضان المبارک کو ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ آپ کو علاج کے لئے سی ایم ایچ لاہور لے جایا جائے۔ چنانچہ آپ کو وہاں لے جایا گیا وہاں کے ڈاکٹروں نے جب

انگلیوں کے ناخنوں کی رنگت دیکھی تو سراپا یاس بن گئے اور کہا کہ بہت لیٹ آئے ہو۔ سی ایم ایچ کے قابل ڈاکٹروں کی جملہ مساعی کے باوجود حکم الٰہی پورا ہوا اور وہ عظیم ہستی جو پون صدی تک چودھویں کا چاند بن کر زندگی کے افق پر نور افشانیاں کرتی رہی تھی۔ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوگئی اور دار فانی سے رخت سفر باندھ کر اپنے محبوب حقیقی کی بارگاہ صمدیت میں نعمت حضوری سے شرفیاب ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

زمانہ اپنی شب غم کو منور کرنے کے لئے ایسے قائد کی تلاش میں سرگرداں رہا، لیکن صد حیف کہ اس کی یہ سعی بار آور نہ ہوئی۔ امت مسلمہ اپنے اس قائد کی یاد کو ہمیشہ سینوں سے لگائے رکھے گی جس نے ہر مشکل مرحلہ پر بڑی جرأت کے ساتھ اس کی راہنمائی فرمائی۔

حلقہ مریدین اپنے شیخ کے نورانی چہرہ کی زیارت کے لئے تڑپتے ہی رہیں گے۔ طالب علموں کے ساتھ محبت کرنے والے، علماء کی قدر و منزلت کو پہچاننے والے، اہل بیت نبوت کے ادب واحترام کا حق ادا کرنے والے، صحابہ کرام کی ناموس کے پاسبان اور شمع جمال محمدی ﷺ کے ایسے دلسوختہ پروانہ، اور ذکر الٰہی سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہونے والے، اہل دل کی آنکھوں کے نور، اہل خرد کے پیشوا اور کاروان عشق و مستی کے قافلہ سالار، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ بظاہر ہماری آنکھوں سے نہاں ہوگئے، لیکن ان کی عقیدت و محبت کے چراغ ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے۔

ماخوذ مقالات

از

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آستانہ عالیہ بھیرہ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ!

آج کل خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت راشدہ کے انکار میں جس شور و شر کے مظاہرے کئے جا رہے ہیں اور امت مرحومہ کی آخرت تباہ کرنے اور اس دنیا میں افتراق و انشقاق اور فتنہ و فساد کی آگ مشتعل کرنے میں جو ہنگامے بپا کئے جا رہے ہیں اور اس تمام فتنہ پردازی اور شر انگیزی پر پردہ ڈالنے کے لئے محبت و تولی اہل بیت (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور ائمہ معصومین و صادقین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی اقتداء اور پیروی کا دم بھرا جاتا ہے۔ اگر اہل بصیرت فرقہ اہل تشیع کے نظریات کا بغور مطالعہ کریں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات گرامی اور سلف صالحین کے ایمانی جذبات اور ان کی محیر العقول اسلامی خدمات کی انجام دہی اور ان کی عقل و ادراک سے بالاتر قربانیاں بھی مطالعہ کریں تو وہ حضرات نہایت آسانی کے ساتھ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اہل تشیع کے نظریہ اور شریعت اسلامیہ کے درمیان مکمل مخالفت اور مناقضت کی نسبت ہے اور ان کا دعویٰ محبت اہل بیت کرام سراسر بلا دلیل ہے۔

نادر اساس

مذہب شیعہ کی ابتداء کیسے اور کب ہوئی اس کے متعلق انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں عرض کیا جائے گا۔ سردست یہ گذارش کرنا ہے کہ اہل تشیع نے اپنے مخصوص مذہب کی بنیاد ایسی روایات پر رکھی ہے، جو انتہائی محدود ہیں کیونکہ احادیث کے عینی شاہد یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن کی تعداد تاریخ کی رو

سے ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے اور بجز اہل تشیع کے باقی تمام اقوامِ عالم، پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ ایمان لانے والوں کی تعداد اس سے کم نہیں بتاتے تو اس قدر تعداد میں سے صرف چار یا پانچ آدمیوں کی روایات قابل تسلیم اور باقی تمام کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی روایات نا قابل تسلیم کرتے ہیں۔ دوسرا جن اصحاب اور اماموں سے روایتیں لینا جائز بتاتے ہیں۔ ان کے متعلق اس ضروری عقیدہ کا دعویٰ کرتے ہیں کہ تقیہ اور کذب بیانی ان کا دین اور ایمان تھا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

ایمان کی بنیاد۔ تقیہ

اہل تشیع کی انتہائی معتبر کتاب کافی، مصنفہ (اہل تشیع کے مجتہد اعظم) ابو جعفر یعقوب کلینی، میں مستقل باب تقیہ کے لئے مخصوص ہے اور اس کو اصول دین میں شمار کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر ایک دو روایتیں جو امام ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہیں پیش کرتا ہوں۔

عَنْ اِبْنِ اَبِیْ عُمَیْرٍ الْاَعْجَمِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ اَبُوْ عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَا اَبَا عُمَیْرٍ اِنَّ تِسْعَةَ اَعْشَارِ الدِّیْنِ فِی التَّقِیَّةِ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا تَقِیَّةَ لَہٗ۔

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک شیعہ ابن ابی عمیر الاعجمی سے فرمایا کہ ...... دین میں نوے فیصد تقیہ اور جھوٹ بولنا ضروری ہے اور فرمایا کہ جو تقیہ (جھوٹ) نہیں کرتا وہ بے دین ہے (باقی دس کی کسر بھی نہ رہی)

اصولِ کافی ص ۴۸۲ اور ص ۴۸۳ پر بھی کثرت کے ساتھ روایات ہیں جن میں سے دو تین نمونہ کے طور پر پیش کرتا ہوں۔

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰہِ علیه السلام اَلتَّقِیَّةُ مِنْ دِیْنِ اللّٰہِ قُلْتُ مِنْ دِیْنِ اللّٰہِ؟ قَالَ اِیْ وَاللّٰہِ مِنْ دِیْنِ اللّٰہِ

یعنی ابو بصیر جو امام عالی مقام امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وزیر و

مشیر تھا اور روایت میں اہل تشیع کا مرکز ہے کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تقیہ کرنا اللہ کا دین ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ کا دین ہے؟ تو امام صاحب نے فرمایا۔ اللہ کی قسم ہاں تقیہ (جھوٹ) اللہ کا دین ہے۔

عن عَبْدِاللّٰہِ ابنِ اَبِی یَعْفُورٍ عن عبداللّٰہ علیہ السلام قَالَ اِتَّقُوْا عَلٰی دِینِکُمْ وَاحجَبُوْہُ بِالتَّقِیَۃِ فَاِنَّہٗ لاَ اِیمَانَ لِمَنْ لاٗ تَقِیَۃَ لَہٗ۔

یعنی ابن ابی یعفور جو امام عالی مقام صادق علیہ السلام کا ہر وقت حاضر باش خادم تھا۔ وہ کہتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنے مذہب پر خوف رکھو اور اس کو ہمیشہ جھوٹ اور تقیہ کے ساتھ چھپائے رکھو۔ کیونکہ جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں۔

اور صفحہ ۴۸۴ کی روایات میں سے بھی ایک دو روایتیں پیش کرتا ہوں۔

عن معمر ابن خلاد قَالَ سَأَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ علیہ السّلام عَنِ الْقِیَامَ لِلْوُلاَۃِ فَقَالَ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرَ عَلَیْہ السّلام اَلتَّقِیَۃُ مِنْ دِیْنِیْ وَدِینِ آبَائِیْ وَلاَ اِیْمَانَ لِمَنْ لاٗ تَقِیَۃَ لَہٗ۔

یعنی حضرت امام موسیٰ کاظم کا خاص شیعہ معمر بن خلاد کہتا ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ ان امیروں اور حاکموں کے استقبال کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ تقیہ کرنا میرا مذہب ہے اور میرے آباو اجداد کا دین ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اور جو تقیہ نہیں کرتا ہے وہ بے دین ہے۔

اسی طرح اسی صفحہ پر محمد بن مروان اور ابن شہاب زہری کی روایتیں بھی قابل دید ہیں۔ علی ہذا القیاس صفحہ ۴۸۵،۴۸۶ اور ۴۸۷ تمام کے تمام یہ صفحات تقیہ، مکر و

فریب اور کذب بیانی پر مشتمل روایات سے بھرے ہوئے ہیں۔
صفحہ ۴۸۶ پر معلّٰی بن الخنیس کی ایک روایت بھی یاد رکھیں۔ کہتے ہیں۔

عن معلّٰی بن خنیس قال قال ابو عبدالله علیه السلام یَا مُعَلّٰی اُکْتُمْ اَمْرَنَا وَلاَ تُذِعْهُ فَاِنَّهُ مَنْ كَتَمَ اَمْرَنَا وَلَمْ يُذِعْهُ اَعَزَّهُ اللّٰهُ بِهٖ فِي الدُّنْيَا وَجَعَلَهُ نُوراً بَيْنَ عَيْنَيْهِ فِي الْاٰخِرَةِ تَقُوْدُهُ اِلَى الْجَنَّةِ يَا مُعَلّٰی وَمَنْ اَذَاعَ اَمْرَنَا وَلَمْ يَكْتُمْهُ اَذَلَّهُ اللّٰهُ بِهٖ فِي الدُّنْيَا وَ نَزَعَ نُوراً مِّنْ بَيْنِ عَيْنَيْهِ فِي الْاٰخِرَةِ وَجَعَلَهُ ظُلْمَةً تَقُوْدُهُ اِلَى النَّارِ يَا مُعَلّٰی اِنَّ التَّقِيَّةَ مِنْ دِيْنِيْ وَ دِيْنِ آبَائِيْ- وَلاَ دِيْنَ لِمَنْ لاَّ تَقِيَّةَ لَهٗ۔

یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاص شیعہ اور امام صاحب موصوف سے کثرت سے روایت کرنے والا معلّٰی بن خنیس کہتا ہے کہ امام صاحب نے مجھے فرمایا کہ ہماری باتوں کو چھپاؤ ان کو ظاہر مت کرو کیونکہ جو شخص ہمارے دین کو چھپاتا ہے اور اس کو ظاہر نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ چھپانے کے سبب سے اس کو دنیا میں عزت دے گا اور قیامت کے دن اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور پیدا کرے گا۔ جو سیدھا جنت کی طرف اس کو لے جائے گا۔ اے معلّٰی! جو شخص بھی ہماری باتوں کو ظاہر کرے گا اور ان کو نہ چھپائے گا تو دنیا میں اللہ تعالیٰ اس سبب سے اس کو ذلیل کرے گا اور آخرت میں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان میں سے نور سلب کرلے گا اور اس کی بجائے ظلمت اور اندھیرا بھر دے گا جو اس کو جہنم کی طرف لے جائے گا۔ اے معلّٰی تقیہ کرنا میرا دین ہے اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔

غرضیکہ ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر روایتیں ہیں۔ کس کس کو لکھیں۔ اہل تشیع کی تو جس کتاب کو بھی دیکھیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ صادقین معصومین کی طرف

حق کو چھپانے اور تقیہ اور کذب بیانی پر مشتمل روایات منسوب کرنے کی غرض سے یہ
کتاب تصنیف فرمائی گئی ہے۔ چونکہ کتاب "کافی کلینی" اہل تشیع کی تمام کتابوں کا منبع
اور ماخذ ہے اور تمام کتابوں کی نسبت ان کے نزدیک زیادہ معتبر ہے۔ حتی کہ اس کتاب
کے شروع میں اس کی وجہ تسمیہ میں جلی قلم سے یہ لکھا ہوا ہے۔ "قَالَ اِمَامُ الْعَصْرِ
وَحُجَّةُ اللّٰهِ الْمُنْتَظَرُ عَلَيْهِ سَلَامُ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْاَكْبَرِ فِيْ حَقِّهٖ هٰذَا كَافٍ
لِشِيْعَتِنَا" یعنی اس کتاب کے متعلق امام حجۃ اللہ المنتظر مہدی علیہ السلام نے فرمایا ہے
کہ ہمارے شیعوں کے لئے یہی کتاب کافی ہے۔
تو اسی لئے اس ضروری مسئلہ تقیہ و کتمانِ حق کے ثبوت میں اسی کافی کی روایات کو کافی
سمجھتا ہوں۔ دل تو یہی چاہتا ہے کہ ہر ایک کتاب سے بطور نمونہ ایک ایک روایت پیش
کرتا مگر طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

عمدہ استدلال

میں یہ کہہ رہا تھا کہ جن اصحاب سے یہ روایتیں کرنا اہل تشیع جائز سمجھتے ہیں یا
مانتے ہیں۔ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ تقیہ اور کتمانِ حق ان کا عقیدہ تھا۔ اب اس کا
نتیجہ ظاہر ہے کہ ایک انتہا درجہ محب اور علمبردار تشیع جونہی ان حضرات سے کوئی
حدیث سنے گا اور کسی امر کا اظہار معلوم کرے گا تو اس کے لئے یہ یقین کرنا ضروری
ہے کہ صحیح اور حق بات تو قطعاً انہوں نے فرمائی ہی نہیں۔ جو بھی ان سے روایت کی گئی
ہے سراسر بے حقیقت اور واقعات کے خلاف ہے اور نفس الامر کے عکس ہے وہ بھلا
ما اور اپنے آباؤ اجداد کا دین کیسے چھوڑ سکتے ہیں یا ان کے وہ حاضر باش اور رات دن ان
کے خدمت گزار جنت کو چھوڑ کر جہنم کا راستہ کیسے اختیار کر سکتے ہیں تو لہٰذا جو روایات
کی اہل تشیع کی کتابوں میں لکھی گئی ہیں اور جلسوں اور محفلوں میں بلکہ آج کل تو لاؤڈ
سپیکروں کے ذریعہ بلند آہنگی کے ساتھ بیان کی جاتی ہیں سراسر کذب اور واقعات کے
خلاف ہیں کون محب اہل بیت اور کون شیعہ ائمہ طاہرین کے صریح اور واضح و غیر مبہم

تاکیدی حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بے دین وایمان و جہنمی اور ذلیل ہونا پسند کرے گا۔ اس مقدمہ کو اہل فکر کے غور وخوض کے سپرد کرتا ہوں اور گذارش یہ کرتا ہوں کہ بانیان مذہب تشیع نے اصل اور حقیقت پر مبنی دین اسلام کو ختم کردینے اور شریعت مقدسہ کو کلیۃً فنا کردینے کے لئے یہ سیاسی چال چلی۔ کون شخص یہ نہیں سمجھ سکتا کہ حضور اقدس ﷺ ہی اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے مابین جس طرح واسطہ ہیں اسی طرح رسول اللہ ﷺ اور حضور ﷺ کی قیامت تک آنے والی ساری امت کے درمیان حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی واسطہ ہیں۔ انہی مقدس لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کلام کی تفسیر اللہ کے رسول ﷺ سے پڑھی اور انہی مقدس لوگوں نے صاحب اسوۂ حسنہ ﷺ کے ارشادات گرامیہ اور اعمال عالیہ اور سیرت مقدسہ کی دولت کو براہ راست حضور کی ذات سے حاصل کیا۔ جس کو ان کے شاگردوں یعنی تابعین نے ان سے حاصل کیا علیٰ ہذا القیاس وہ مقدس شریعت ہم تک پہنچی۔ اب جبکہ ابتدائی واسطہ یعنی صحابہ کرام ہی کی ذات قدسی صفات کو قابل اعتماد تسلیم نہ کیا جائے یعنی تین چار کے بغیر باقی ظاہری مخالفت کی بناء پر قابل اعتبار نہ رہیں اور یہ تین چار باوجود انتہائی دعویٰ محبت و تولی کے سخت ناقابل اعتماد ثابت کئے جائیں کہ جو بھی ان کی روایات ہوں گی یقیناً غلط اور خلاف واقعہ امر کی طرف راہنمائی کریں گی۔ یا تو خود ان ہستیوں نے ہی تقیۃً و کتماناً للحق غلط اور خلاف واقعہ فرمایا اور یا ان کے محبان خدمت گاران شیعوں نے بہ تعمیل ائمہ کذب، جھوٹ اور خلاف واقعہ روایت فرمائی۔ بہر صورت ان روایات کو صحیح کہنا اپنی بے دینی اور بے ایمانی پر واضح دلیل پیش کرنا ہے۔

قرآن کے متعلق عقیدہ

اب رہا قرآن کریم تو اس کے متعلق بانیان مذہب تشیع و رازداران فرقہ مذکورہ اس قرآن کریم کا صراحتاً انکار کرتے نظر آتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر اسی اصول کافی

صفحہ ۶۷۱ پر یہ روایت دیکھیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کریم کو جمع کرنے اور اس کی کتابت سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے کہا کہ اللہ عزوجل کی کتاب یہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد (ﷺ) پر اس کو نازل فرمایا ہے اور میں نے ہی اس کو اکٹھا کیا ہے۔ جس پر لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس قرآن شریف موجود ہے ہمیں کسی نئے قرآن کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم آج دن کے بعد تم اس قرآن کو کبھی نہ دیکھو گے۔ اسی صفحہ پر امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ایک روایت اور بھی ملاحظہ فرمالیں کہ جو قرآن حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل علیہ السلام لائے تھے اس کی سترہ ہزار (17000) آیتیں تھیں اور غریب اہل السنت والجماعت کے پاس تو صرف چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (6666) آیات والا قرآن کریم ہے۔ اسی اصول کافی کے صفحہ ۶۷۰ پر بھی نظر ڈالئے جائیے اور اگر اس قرآن کریم سے صراحتاً انکار کی شان کسی حد تک تفصیل کے ساتھ دیکھنا چاہیں تو اصول کافی صفحہ ۲۶۱ تا ۲۶۸ و ۶۷۱ اور ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۴۹۳ و ۴۹۴ اور تفسیر صافی جلد اول ص ۱۴ مطالعہ فرمائیں اور بانیان مذہب تشیع کی سیاست کی داد دیں کہ کس طرح صراحت اور وضاحت کے ساتھ اس فرقہ نے سرے سے قرآن شریف ہی کا انکار کیا ہے۔

شاید کہ اتر جائے......

اے میرے محترم بھائیو! حدیث کا اس طریقے سے انکار اور قرآن کا اس طرح انکار ہو تو کوئی بتائے کہ مذہب اسلام اور شریعت مقدسہ کسی طرح بھی ممکن الوجود ہو سکتی ہے؟ ممکن ہے میری اس تحریر کا جواب یا جو آگے عرض کرنے والا ہوں اس کا رد اہل تشیع حضرات لکھنے کی زحمت کریں تو میں سفارش کرتا ہوں کہ اپنے اس رسالہ میں جتنے حوالے میں نے پیش کئے ہیں ان کا مطالعہ فرمالینے کے بعد یہ تکلیف کریں تاکہ

اہل علم حضرات بھی صحیح اور غلط کا اندازہ لگا سکیں اور حق و باطل میں تمیز کر سکیں اور اہل تشیع کے ذاکرین صاحبان کی زحمت بھی اکارت نہ جائے جس صاحب کو کتاب کے حوالہ دیکھنے کی ضرورت محسوس ہو تو سیال شریف آکر کتابیں دیکھ کر اپنی تسلی کر سکتا ہے۔

اہل تشیع حضرات کی مذہبی روایات اگرچہ پیش کرنا عقل اور انصاف کے لحاظ سے بالکل بے فائدہ ہے۔ کیونکہ ان کی کسی روایت کا صحیح اور مطابق واقعہ ہونا ممکن نہیں کیونکہ میں یہ نہیں مان سکتا کہ اہل تشیع نے ائمہ کرام کی اصل اور صحیح روایت بیان کی ہو اور اپنے لئے بے ایمانی اور بے دینی منتخب کی ہو اور جہنمی ہونا اختیار کیا ہو۔ بلکہ خود ائمہ کرام نے بھی حسب تصریح اصول کافی وغیرہ کوئی سچی بات ظاہر نہیں فرمائی اور اپنے آباؤاجداد کے مذہب کو نہیں چھوڑا تو پھر ایسی روایات لکھنے لکھانے کا کیا فائدہ؟ اہل تشیع کے خلاف ایسی روایات ان کے تیار کردہ مذہب کو کیا نقصان پہنچا سکتی ہیں یا نہیں کیا فائدہ بخش سکتی ہیں مگر میں جو اہل تشیع کی کتابوں سے روایتیں پیش کر رہا ہوں تو میرا مقصد فقط یہ ہے کہ وہ سادہ لوح مسلمان جو ان کی ہنگامہ آرائی اور مجالس میں شرکت کرتے ہیں یا اہل تشیع کے مذہب کو بھی کسی طرح صحیح تصور کرتے ہیں۔ ان کو سوچنے اور غور کرنے کا موقع مل سکے تاکہ سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں اور چلنے سے پہلے منزل مقصود کا نقشہ ملاحظہ کر لیں۔ اسی غرض کے تحت یہ رسالہ لکھ رہا ہوں اور شروع سے آخر تک تمام کی تمام روایات صرف اہل تشیع کی معتبر ترین و مسلم ترین کتابوں سے لکھ رہا ہوں اور حوالہ دکھانے کا ذمہ دار ہوں۔

مذہب شیعہ کی اساس

خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت کا انکار اور ان مقدس ہستیوں کی شان میں گستاخی اس تبرائی گروہ کا مابہ الامتیاز (امتیازی شان) ہے۔ اور صراحتاً خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور باقی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حق میں سب و شتم اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان کی

تمام اولاد طاہرین ائمہ معصومین کی شان میں اشارۃً و کنایۃً سب و شتم اور کذب بیانی و مکر و فریب اور کتمان حق کی نسبت کرنا اس فرقے کا خاصا لازمہ ہے جو کسی بھی عقل مند انسان سے پوشیدہ نہیں۔ اس مذہب کا دارومدار جن مسائل پر ہے ان میں سب سے بڑا مسئلہ خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت راشدہ کا انکار ہے۔ ان کا مذہب ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین خلفاء برحق نہیں تھے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت غصب کرلی تھی اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ڈرا دھمکا کر اپنی بیعت کرنے پر مجبور کر لیا تھا اور تمام عمر اسی خوف کی وجہ سے حضرت علی شیر خدا نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ ان کی مجلس شوریٰ کے ممبر بنے رہے اور مال غنیمت منظور کرتے رہے وغیرہ وغیرہ۔ قبل اس کے کہ اہل تشیع کی معتبر ترین کتابوں سے یہ ثابت کروں کہ اہل تشیع کے تمام دعوے جھوٹے اور خلاف واقعہ ہیں یہ عرض کرتا ہوں کہ خلافت راشدہ کا زمانہ اقدس آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال پہلے گزر چکا ہے۔ اس وقت ان کی خلافت پر اعتراض یا اس کی ناپسندیدگی کا شور و غوغا اور بے فائدہ مظاہرے بجز اس کے کہ فتنہ و شرارت پیدا کرسکیں اور ملک کے امن و امان کو متزلزل کریں اور کیا نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے؟ ہے کوئی بڑی سے بڑی حکومت یا کوئی بڑی سے بڑی عدالت جو ان کے غیر مستحق خلافت ہونے کی صورت میں کوئی تدارک کرسکے اور مستحق کو اس کا حق واپس دلا سکے۔ اگر وہ مقدس ہستیاں مستحق خلافت تھیں یا بقول اہل تشیع مستحق نہیں تھیں۔ بہر صورت وہ خلیفے بنے اور امور خلافت باحسن وجوہ سرانجام دیئے۔ اب ان کی شان اقدس میں سب و شتم گالی گلوچ کیا معنی رکھتا ہے اگر ان تمام لوگوں کو جو خلفائے راشدین کو برحق اور مستحق خلافت یقین کرتے ہیں یک قلم تختہ دار پر کھینچ دیا جائے یا قتل کر دیا جائے یا خلفائے راشدین کے ساتھ بغض و عداوت غل و غش، کینہ رکھنے والے اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر اڑا دیں تو بھی ان سماء رفعت

کے چمکتے ہوئے تاروں کو اور ان کی خلافتِ راشدہ کو پرکاہ کے برابر بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا تو پھر یہ منافرت و مخاصمت اور یہ سب و شتم، یہ فتنہ پردازی اور فساد انگیزی سے کیا حاصل؟ بہتر صورت یہی تھی کہ جب ایک ہی ملک میں بسیرا کرنے کا موقع ملا تھا تو باہمی منافرت و مناقشت کو کنارے رکھ کر گزارہ کرتے اور کسی قسم کا مذہبی تخالف تھا بھی تو فریضہ تقیہ کی ادائیگی کے ساتھ ملکی امن وامان کا بھی لحاظ رہتا آخر ائمہ کرام کی تقلید بھی ضروری امر تھا جو کس طرح تصریح فرماتے ہیں کہ "اَلتَّقِیَّۃُ مِنْ دِیْنِیْ وَ دِیْنِ آبَائِیْ" یعنی امام عالی مقام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب روایت کہ تقیہ کرنا میرا اور میرے آباؤاجداد کا مذہب ہے۔" اور لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا تَقِیَّۃَ لَہٗ وَلَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا تَقِیَّۃَ لَہٗ۔ یعنی جو تقیہ نہیں کرتا نہ اس کا دین ہے نہ اس کا ایمان ہے۔ ایسی صورت میں تقیہ سے کام لینا ایک تو اہل تشیع کو بے ایمانی و بے دینی سے بچاتا دوسرا بلاوجہ و بلا فائدہ شرارت و فتنہ پردازی سے دور رکھتا اور باقی مسلمان غریب بھی سکھ و آرام کا منہ دیکھتے مگر وائے برحال پاکستان کہ آئے دن نئے نئے اڈے اکابر امت کی شان اقدس میں بکواس و سب و شتم بکنے کے لئے مقرر کئے جارہے ہیں اور ملکی تعمیری اسباب ان کو یقین کیا جارہا ہے۔ اب فقیر چاہتا ہے کہ اہل تشیع کی خدمت میں ان مقدس ہستیوں کی تصریحات پیش کرے جو اہل تشیع کے دعویٰ کے مطابق بھی پیشوا اور امام ہیں جن تصریحات کے ملاحظہ کرنے کے بعد اہل فکر و ہوش حضرات خود ہی فیصلہ فرماسکیں کہ ائمہ اور پیشوایان امت کے بالمقابل موجودہ ذاکروں ماکروں کی کچھ وقعت نہیں۔ اور ائمہ کرام کی تصریحات کے مقابلہ میں ان ذاکروں کے تخیلے اور ٹوٹل سخت خو اور بیہودہ ہیں۔

نکتہ:۔ یہ بات بھی قابل گزارش ہے کہ جن مقدس ہستیوں نے اللہ اور اس کے سچے رسول ﷺ کی خوشنودی اور رضا کیلئے اپنا تن، من، دھن قربان کیا اور ایسے من محبوب کبریا ﷺ کے ساتھ ایمان لائے کہ جب حضور ﷺ کے ساتھ ایمان لاتا اور

کائنات عالم کی دشمنی مول لینا ایک معنی رکھتا تھا اور ایسے وقت میں حضور کا ساتھ دیا جس وقت حضور کا ساتھ دینے میں مستقبل کی تمام دنیوی منزلوں میں غربت اور مصائب و آلام و تکالیف کے سوا عالم اسباب میں اور کچھ نظر نہ آتا تھا تو ایسے حالات میں ان مقدس ہستیوں نے تمام دنیوی تکالیف کو بطیب خاطر برداشت کیا اور اللہ کے سچے رسول ﷺ کے نام پر گھربار، مال و عیال عزت و ناموس قربان کئے اور حضور ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا تو ایسی مقدس ہستیوں کے خلوص، ان کے صدق و صفا ان کے ایمان و تصدیق کے متعلق کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ ایسے حالات میں دوسرا کون سا داعیہ ہو سکتا تھا جس کے زیر نظر ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اس قدر دکھ برداشت کئے؟ پھر ایسے جاں نثاروں اور وفاداروں کی جاں نثاری اور قربانی کا بدلہ جو اللہ ارحم الراحمین کی جناب سے ضروری اور لازمی ہے اس کی کیفیت اور کمیت کو بھی مد نظر رکھنا چاہئے۔ قرآن کریم کی بیسیوں آیات اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہجرت کرنے والوں اور انصار و مہاجرین کے حق میں نازل ہوئی ہیں کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ان کے لئے جنت کے اعلیٰ وارفع مراتب اور نعمتیں مہیا ہیں۔ ان کو بھی سامنے رکھنا چاہئے اور اس بات کو بھی پورے نظر و فکر کے ساتھ دیکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو فرماتا ہے۔ "یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ، یعنی اے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی آپ کافروں اور منافقوں کے خلاف جہاد فرماؤ اور ان پر سختی کرو۔ اس حکم کے بعد جن مقدس ہستیوں کو اللہ کے پیارے نبی ﷺ نے اپنا ہمراز و دمساز قرار دیا سفر و حضر، ہجرت و جہاد، ہر معاملہ میں اور ہر حالت میں اپنا وزیر و مشیر مقرر فرمایا اور اپنا ساتھی و رفیق قرار دیا۔ ان ہستیوں کی شان میں گستاخی کرنا (معاذ اللہ) اور ان ہستیوں کی طرف کفر و نفاق کی نسبت کرنا کون سی دیانت ہے اور کون سا ایمان ہے۔ ذرا سوچو تو ان مقدس ہستیوں کے صدق و صفا کا انکار براہ راست مہبط وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں

گستاخی کو مستلزم نہیں؟ یقیناً ہے۔ محبوب رب العالمین علیہ و آلہ واصحبہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام صحابہ مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فضائل ومناقب میں آیات کلام اللہ اور احادیث صحیحہ اس کثرت کے ساتھ وارد ہیں کہ جنہیں لکھا جائے تو ایک بہت بڑی مستقل کتاب بن جائے گی۔

شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ممدوح

اہل تشیع حضرات کی معتبر ترین تصانیف بھی اگر غور سے مطالعہ کی جائیں تو جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ بطور نمونہ چند روایات اہل بصیرت کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور بغور مطالعہ کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔

(۱) حضرت سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں خطبہ میں فرماتے ہیں۔

لَقَدْ رَاَیْتُ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صلی اللّٰه علیه و آله وسلم فَمَا اَرٰی اَحَدًا مِّنْکُمْ یَشْبَهُهُمْ لَقَدْ کَانُوْا یُصْبِحُوْنَ شُعْثًا غُبْرًا قَدْ بَاتُوْا سُجَّدًا وَّقِیَامًا یُرَاوِحُوْنَ بَیْنَ جِبَاهِهِمْ وَخُدُوْدِهِمْ وَیَقِفُوْنَ عَلٰی مِثْلِ الْجَمْرِ مِنْ ذِکْرِ مَعَادِهِمْ کَاَنَّ بَیْنَ اَعْیُنِهِمْ رُکَبُ الْمِعْزِ مِنْ طُوْلِ سُجُوْدِهِمْ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ هَمَلَتْ اَعْیُنُهُمْ حَتّٰی تَبُلَّ جُیُوْبُهُمْ وَمَادُوْا کَمَا یَمِیْدُ الشَّجَرُ یَوْمَ الرِّیْحِ الْعَاصِفِ خَوْفًا مِّنَ الْعِقَابِ وَرِجَاءً لِلثَّوَابِ۔

"حضور اقدس ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو میں نے دیکھا ہے میں تم میں سے کسی کو بھی ان کے مشابہ نہیں دیکھتا۔ وہ تمام رات سجدوں اور نماز میں گذارتے صبح کو اس حالت میں ہوتے کہ ان کے بال پریشان اور غبار آلودہ ہوتے تھے، (شب کو) ان کا آرام جبینوں اور رخساروں میں (طویل سجدوں کی وجہ سے) ہوتا تھا۔ اپنی عاقبت کی یاد سے دہکتے ہوئے

کوئلے کی طرح (بھڑک) اٹھتے تھے زیادہ اور لمبے لمبے سجدوں کی وجہ سے ان کے ماتھے دنبوں کے گھٹنوں کی طرح ہو گئے تھے۔ اللہ کا نام جب (ان کے سامنے) لیا جاتا تو ان کی آنکھیں بہہ پڑتیں یہاں تک کہ ان کے گریبان بھیگ جاتے اور اللہ کے عذاب کے خوف اور ثواب کی امید میں اس طرح کانپتے جیسے آندھی میں درخت کانپتا ہے۔"

(نہج البلاغۃ خطبہ ۹۶ مطبوعہ ایران، تہران)

(۲) حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اپنے زمانہ خلافت میں فرماتے ہیں:۔

وَاعْلَمُوْا عِبَادَاللّٰهِ اَنَّ الْمُتَّقِيْنَ ذَهَبُوْا بِعَاجِلِ الدُّنْيَا وَآجِلِ الْآخِرَةِ فَشَارَكُوْا اَهْلَ الدُّنْيَا فِيْ دُنْيَاهُمْ وَلَمْ يُشَارِكْهُمْ اَهْلُ الدُّنْيَا فِيْ اٰخِرَتِهِمْ سَكَنُوا الدُّنْيَا بِاَفْضَلِ مَاسُكِنَتْ وَاَكَلُوْهَا بِاَفْضَلِ مَا اُكِلَتْ فَحَظُوْا مِنَ الدُّنْيَا بِمَا حَظِيَ بِهِ الْمُتْرَفُوْنَ وَاَخَذُوْا مِنْهَا مَا اَخَذَهُ الْجَبَابِرَةُ الْمُتَكَبِّرُوْنَ ثُمَّ انْقَلَبُوْا عَنْهَا بِالزَّادِ الْمُبَلِّغِ وَالْمَتْجَرِ الرَّابِحِ اَصَابُوْا لَذَّةَ زُهْدِ الدُّنْيَا فِيْ دُنْيَاهُمْ وَتَيَقَّنُوْا اَنَّهُمْ جِيْرَانُ اللّٰهِ غَداً فِيْ اٰخِرَتِهِمْ لاَ تُرَدُّلَهُمْ دَعْوَةٌ وَلاَ يَنْقُصُ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِنْ لَذَّةٍ ۱۲

"اللہ کے بندو! جان لو کہ متقی پرہیزگار لوگ (وہی تھے جو) دنیا و آخرت کی نعمتیں حاصل کر کے گزر چکے ہیں، وہ ہستیاں اہل دنیا کے ساتھ ان کی دنیا میں شریک ہوئیں لیکن اہل دنیا ان کی آخرت میں ان کے ساتھ شریک نہ ہو سکے وہ مقدس ہستیاں دنیا میں سکونت پذیر اس طرح ہوئیں جیسا کہ سکونت اختیار کرنے کا حق تھا اور دنیا کی نعمتوں سے کھایا جیسا کہ حق تھا اور دنیا کی ہر اس نعمت سے ان ہستیوں نے حصہ پایا جس سے بڑے بڑے متکبرین اہل دنیا نے حصہ پایا۔ اور دنیوی مال و دولت جاہ و حشمت جس قدر

بھی بڑے بڑے جابرین متکبرین نے حاصل کی ہے اتنی ہی انہوں نے حاصل کی، پھر یہ ہستیاں صرف زادِ آخرت لے کر اور آخرت میں نفع دینے والی تجارت کو ساتھ رکھ کر دنیا سے بے رغبت ہوئے۔ یہ لوگ دنیا کی بے رغبتی کی لذت کو اپنی دنیا میں حاصل کر چکے اور یقین کر چکے تھے کہ کل اللہ سے ملنے والے ہیں۔ اپنی آخرت میں یہ وہ لوگ تھے جن کی کوئی دعا نامنظور نہیں ہوتی تھی۔ اور ان کی آخرت کا حصہ دنیاوی لذات کی وجہ سے کم نہیں ہوگا۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۲۷)

(۳) حضرت سیدنا و مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اپنے زمانہ خلافت میں فرماتے ہیں:۔

فَاِنَّ اَهْلَ السَّبْقِ بِسَبْقِهِمْ وَ ذَهَبَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ بِفَضْلِهِمْ۔

(اسلام اور اعمال صالحہ کے ساتھ) سبقت لینے والے اپنی سبقت کے ساتھ فائز المرام ہو چکے اور مہاجرین اولین گذر چکے۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۷)

صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ. وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ

اگرچہ اجماعی طور پر مہاجرین اوّلین اور انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مدح و ثنا اور منقبت کے بارے میں اہل تشیع کی تقریباً ہر کتاب میں ائمہ معصومین طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خطبات اور ملفوظات موجود ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مناقب اور رفعت شان کے متعلق اہل تشیع کی مسلم اور معتبر کتابوں کی عبارات بھی بطور نمونہ ملاحظہ فرماویں۔

کشف الغمہ کا تعارف

کتاب کشف الغمہ فی مناقب الائمہ مصنفہ عیسیٰ ابن ابی الفتح الاربلی جو اہل تشیع کی مستند اور معتبر ترین کتاب ہے اور مصنف مذکور غالی شیعہ ہے جس کے غلو فی التشیع کا

نمونہ ہدیہ قارئین کرتا ہوں:۔

وَمِنْ اَغْرَبِ الْاَشْيَاءِ وَاَعْجَبِهَا اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ قَوْلَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ مَرَضِهِ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ نَصٌّ خَفِيٌّ فِيْ تَوْلِيَةِ الْاَمْرِ وَتَقْلِيْدِهِ اَمْرَ الْاَئِمَّةِ وَهُوَ عَلٰى تَقْدِيْرِ صِحَّةٍ لَا يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ وَمَتٰى سَمِعُوْا حَدِيْثًا فِيْ اَمْرِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَقَلُوْهُ عَنْ وَجْهِهٖ وَصَرَفُوْهُ عَنْ مَدْلُوْلِهٖ وَاَخَذُوْا فِيْ تَاْوِيْلِهٖ بِاَبْعَدِ مُتَحَمَّلَاتِهٖ مُنْكِبِيْنَ عَنِ الْمَفْهُوْمِ مِنْ صَرِيْحَةٍ اَوْ طَعَنُوْا فِيْ رَاوِيْهِ وَضَعَّفُوْهُ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَعْيَانِ رِجَالِهِمْ وَذَوِي الْاَمَانَةِ فِيْ غَيْرِ ذٰلِكَ عِنْدَهُمْ هٰذَا مَعَ كَوْنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ وَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَالْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَعِمْرَانَ بْنِ حَطَّانَ الْخَارِجِيْ وَغَيْرِهِمْ مِنْ اَمْثَالِهِمْ مِنْ رِجَالِ الْحَدِيْثِ عِنْدَهُمْ وَ رِوَايَاتُهُمْ فِيْ كُتُبِ الصِّحَاحِ عِنْدَ هُمْ ثَابِتَةٌ عَالِيَةٌ يُقْطَعُ بِهَا وَ يُعْمَلُ عَلَيْهَا فِيْ اَحْكَامِ الشَّرْعِ وَقَوَاعِدِ الدِّيْنِ وَمَتٰى رَوٰي اَحَدٌ عَنْ زَيْنِ الْعَابِدِيْنَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَعَنِ ابْنِهِ الْبَاقِرِ وَابْنِهِ الصَّادِقِ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْاَئِمَّةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ نَبَذُوْا رِوَايَتَهُ وَاَطْرَحُوْهَا وَاَعْرَضُوْا عَنْهَا فَلَمْ يَسْمَعُوْهَا وَقَالُوْا رَافِضِيٌّ لَا اعْتِمَادَ عَلٰى مِثْلِهٖ وَاِنْ تَلَطَّفُوْا قَالُوْا شِيْعَةٌ مَا لَنَا وَلِنَقْلِهٖ مُكَابَرَةٌ لِلْحَقِّ وَعُدُوْلًا عَنْهُ وَرَغْبَةً فِي الْبَاطِلِ وَ مَيْلًا اِلَيْهِ وَاتِّبَاعًا لِقَوْلِ مَنْ قَالَ اِنَّا وَجَدْنَا آبَائَنَا عَلٰى اُمَّةٍ اَوْ لِعِلْمٍ رَاَوْمَا جَرَتِ الْحَالُ عَلَيْهِ اَوَّلًا مِنَ الْاِسْتِبْدَادِ بِمَنْصَبِ الْاِمَامَةِ فَقَامُوْا بِنَصْرِ ذٰلِكَ مُحَامِيْنَ عَنْهُ غَيْرَ مُظْهِرِيْنَ لِبُطْلَانِهٖ وَلَا مُعْتَرِفِيْنَ بِهٖ اِسْتِنَانًا بِحَمِيَّةِ الْجَاهِلِيَّةِ الخ

"سب سے زیادہ عجیب و غریب یہ بات ہے کہ یہ لوگ (اہل السنۃ والجماعۃ) کہتے ہیں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی حالت بیماری میں فرمانا

کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ان کی امر خلافت کے لئے اور حضور ﷺ کی امت کی امامت و امارت کے لئے نص خفی ہے اس روایت کو اگر سچا بھی مان لیا جائے تو بھی یہ روایت خلافت پر دلالت نہیں کرتی۔ اور یہ لوگ جب علی علیہ السلام کی خلافت کے بارے میں کوئی حدیث سنتے ہیں تو اس حدیث کو صحیح توجیہ سے ہٹا دیتے ہیں اور اس کے اصل معنے سے اس کو پھیر دیتے ہیں اور اس میں تاویلیں کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اس کے بعید تر احتمالات کی وجہ سے اس کو صریح مفہوم سے پھیر دیتے ہیں یا اس حدیث کے راویوں پر اعتراض کرتے ہیں اگرچہ وہ راوی ان کے مشہور رواۃ میں سے ہوں اور باقی روایتوں میں ان کے نزدیک ثقہ اور امانت دار ہی کیوں نہ ہوں باوجود اس کے کہ معاویہ ابن ابی سفیان اور عمرو بن عاص و مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور عمران بن حطان ان کے نزدیک حدیث کے راوی ہیں اور ان کی روایتیں ان کے نزدیک جو صحیح کتابیں ہیں ان میں درج ہیں۔ جن کے ساتھ استدلال کیا جاتا ہے اور شرعی احکام اور قواعد دین میں ان پر عمل کیا جاتا ہے اور جب کوئی امام زین العابدین علی بن حسین اور ان کے صاجزادے امام محمد باقر اور ان کے صاجزادے امام جعفر صادق علیہم السلام سے روایت کرتا ہے تو اس کو پھینک دیتے ہیں اور اس سے روگردانی کرتے ہیں پس وہ نہیں سنتے اور کہتے ہیں کہ یہ راوی رافضی ہے۔ اس قسم کے راوی پر بھروسہ نہیں اور اگر مہربانی سے کام لیں تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ راوی شیعہ ہے اس کی روایت نقل کرنے سے ہمیں کیا واسطہ۔ یہ جو کرتے ہیں تو حق سے مقابلہ کرنے اور حق سے روگردانی کرنے اور باطل کی طرف میل و رغبت کرنے کی وجہ سے اور ان لوگوں کی اتباع کرتے ہوئے جنہوں نے

کہا کہ ہم نے اپنے آبا کو ایک طریقے پر دیکھا ہے اور ہم انہی کی پیروی کریں گے یا شاید ان لوگوں نے منصب امامت کے ساتھ ابتداء ہی میں ظلم شروع ہو جانے کو دیکھا تو اسی ظلم کی اعانت کے لئے کھڑے ہو گئے ایسی حالت میں اس سے الگ رہنے والے نہیں تھے اور اس کے بطلان کو ظاہر نہیں کرتے تھے اور نہ اس کو تسلیم کرتے تھے۔ (کشف الغمۃ فی مناقب الائمۃ ص ۸۵ مطبوع دار الطباعۃ کولائی محمد حسین تہرانی سنۃ ۱۲۹۴ ہجری)

کشف الغمہ کی گواہی

اس عبارت کے بعد کتاب کشف الغمہ کے متعلق مزید تحقیق کی ضرورت نہیں رہتی کہ اس کا مصنف سخت غالی شیعہ خلافت راشدہ کا منکر ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ اس کے نزدیک گمراہ ہیں اور اس کا ایک ایک لفظ اہل السنۃ والجماعۃ پر آتشبازی کی مثال ہے اس دعویٰ کی صداقت یا کذب کے متعلق تو اہل فکر و ہوش خود ہی فیصلہ کریں گے۔ اس موقع پر اسی کتاب کے چند حوالے جو حضرت امام عالی مقام زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے صاحبزادے امام عالی مقام سیدنا محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے مروی ہیں۔ اس توقع کے ساتھ پیش کرتا ہوں کہ مدعیان محبت وولا تو کسی صورت میں بھی ان کی روایات کو ردنہ فرمائیں گے اور نہ پھینکیں گے اور نہ ہی ان سے روگردانی فرمائیں گے بلکہ سنیں گے اور سن کر ایمان لائیں گے۔ ذرا باادب ہو کر سنئے!!

وَقَدِمَ عَلَيْهِ نَفَرٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَقَالُوْا فِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰه تعالىٰ عنهم فَلَمَّا فَرِغُوْا مِنْ كَلَامِهِمْ قَالَ لَهُمْ اَلَاتُخْبِرُوْنِيْ اَنْتُمُ الْمُهَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ قَالُوْا لَا قَالَ فَاَنْتُمُ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ

وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ قَالُوْا لَا قَالَ اَمَّا اَنْتُمْ قَدْ تَبَرَّأْتُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا مِنْ اَحَدِ هٰذَیْنِ الْفَرِیْقَیْنِ وَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّكُمْ لَسْتُمْ مِّنَ الَّذِیْنَ قَالَ اللّٰهُ فِیْهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اُخْرُجُوْا عَنِّیْ فَعَلَ اللّٰهُ بِكُمْ ۱۲

اور امام زین العابدین کی خدمت اقدس میں عراقیوں کا ایک گروہ حاضر ہوا۔ آتے ہی (حضرت) ابو بکر (حضرت) عمر (حضرت) عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں بکواس بکنا شروع کر دیا۔ جب چپ ہوئے تو امام عالی مقام نے ان سے فرمایا کہ کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ تم وہ مہاجرین اولین ہو جو اپنے گھروں اور مالوں سے ایسی حالت میں نکالے گئے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا چاہنے والے تھے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد و اعانت کرتے تھے اور وہی سچے تھے تو عراقی کہنے لگا کہ ہم وہ نہیں، امام عالی مقام نے فرمایا کہ پھر تم وہ لوگ ہو گے جنہوں نے اپنے گھر بار اور ایمان ان مہاجروں کے آنے سے پہلے تیار کیا ہوا تھا ایسی حالت میں کہ وہ اپنی طرف ہجرت کرنے والوں کو دل سے چاہتے تھے اور جو کچھ مال و متاع مہاجرین کو دیا گیا تھا اس کے متعلق اپنے دلوں میں کسی قسم کا حسد یا بغض اور کینہ محسوس نہ کرتے تھے اگرچہ وہ خود حاجت مند تھے مگر (پھر بھی) مہاجرین کو اپنے پر ترجیح دیتے تھے؟ تو اہل عراق کہنے لگے کہ ہم وہ بھی نہیں ہیں۔ امام عالی مقام نے فرمایا کہ تم اپنے اقرار سے ان دونوں جماعتوں (مہاجرین و انصار) میں سے ہونے کی براءت کر چکے ہو اور میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ تم ان مسلمانوں میں سے بھی نہیں جن کے

بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اور وہ مسلمان لوگ جو مہاجرین وانصار کے بعد آئیں گے وہ یہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ سبقت لے چکے ہیں اور ایمان والوں کے متعلق ہمارے دلوں میں کسی قسم کا کھوٹ، بغض اور کینہ حسد یا عداوت نہ ڈال۔" (یہ فرما کر امام عالی مقام نے فرمایا) میرے یہاں سے نکل جاؤ۔ اللہ تمہیں ہلاک کرے۔ (آمین ثم آمین)

(کشف الغمہ ص ۱۹۹ مطبوعہ ایران)

ایک اور معتبر گواہ

کتاب ناسخ التواریخ جلد ۲۔ کتاب احوال امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ ۵۹۰ سطر نمبر ۱۳، پر امام الساجدین زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی بھی ملاحظہ فرمالیں اور اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ (الحدیث) پر حق الیقین کریں۔

طائفہ از حد معارف کوفہ بازید بیعت کردہ بودند در خدمتش حضور یافتہ گفتند رحمک اللہ در حق ابی بکر (الصدیق) و عمر چہ گوئی؟ فرمودہ در بارۂ ایشاں جز بخیر سخن نکنم وز اہل خود نیز در حق ایشاں جز سخن خیر نشنیدہ ام وایں سخناں منافی آں روایتے است کہ از عبداللہ بن العلا مسطور افتاد بالجملہ زید فرمود ایشاں برکسے ظلم و ستم نراندند و بکتاب خدا و سنت رسول کار کردند۔

"یعنی کوفہ کے مشہور ترین لوگوں کے ایک گروہ نے جس نے حضرت زید ابن زین العابدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے بیعت کی ہوئی تھی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اللہ آپ پر رحمت کرے۔ ابوبکر صدیق اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں ان کے حق میں سوائے کلمہ خیر کے اور

کچھ کہنے کے لئے تیار نہیں اور اپنے خاندان سے بھی ان کے حق میں سوائے خیر کے میں نے کچھ نہیں سنا۔ (صاحب ناسخ التواریخ کہتے ہیں) عبداللہ بن علا سے جو روایت کی جاتی ہے۔ امام کا یہ فرمان اس روایت کے سراسر خلاف ہے حاصل یہ ہے کہ حضرت زید بن علی نے فرمایا کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کسی پر بھی ظلم و ستم نہیں کیا اور اللہ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ پر کاربند رہے۔

رافضی کون ہیں

کتاب ناسخ التواریخ جلد ۲۔ احوال زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ ۵۹۱ سطر ۱۱ تا ۱۷ کا بھی مطالعہ فرمالیں۔ اور الولد سر لابیہ کی تصدیق فرماویں:۔

بالجملہ چوں مردماں در حق عمر و ابو بکر (صدیق) (رضی اللہ عنہما) آں کلمات را از زید بشنید ند گفتند ہمانا تو صاحب نیستی، امام از دست برفت و مقصود ایشاں امام محمد باقر علیہ السلام بود۔ آنگہ از اطراف زید متفرق شدند زید فرمود "رَفَضُونَا الْیَوْمَ۔" یعنی مارا امروز گذاشتند و گزشتند و ازاں ہنگام ایں جماعت را رافضیہ گفتند رفض بتحریک و تسکین ماندن چیزے را و بجہر گذاشتن ستور است و رفیض و مرفوض بمعنی متروک است۔ روافض گروہے راگو ئند کہ رہبر خود را راندند، وازوے بازگشتند و جماعت از شیعاں باشند۔ در مجمع البحرین مذکوراست کہ رافضہ و روافض کہ در حدیث وارداست۔ فرقہ از شیعہ ہستند کہ رفضو ایعنی ترکو از زید ابن علی ابن الحسین علیہم السلام راہر گاہے کہ ایشاں را از طعن در حق صحابہ منع فرمود و چوں مقالہ او را بدانستند معلوم ساختند کہ از شیخین تبری نجست او را بگذاشتند و بگذشتند وازیں پس ایں لفظ در حق کسے استعمال میشود کہ دریں مذہب غلو نماید و طعن درباره صحابہ را نیز جائز بشمارد

(حاصل یہ کہ) جب ان عراقیوں نے حضرت امام زین العابدین کے صاحبزادے حضرت زید کی زبان فیض ترجمان سے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعریف سنی تو کہنے لگے کہ یقیناً آپ ہمارے امام نہیں ہیں اور امام (بھی آج کے دن سے) ہمارے ہاتھ سے گیا ان کا مقصود تھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام۔ اس وقت زید کی طرف داری سے اور ان کی حاضری سے الگ ہو گئے جس پر حضرت زید نے فرمایا کہ آج سے یہ لوگ رافضی بن گئے ہیں یعنی ہمیں آج کے دن سے ان لوگوں نے چھوڑ دیا اور چلے گئے اس وقت سے اس جماعت کو رافضی کہتے ہیں۔ رَفض اور رَفض کا معنی ہے کسی چیز کا رہ جانا اور رِفض کا معنی ہے سواری کو واگزار کرنا۔ اور رفیض اور مرفوض کا معنی ہے متروک ہونا۔ روافض اس گروہ کو کہتے ہیں جس نے اپنے امام اور رہبر کو چھوڑ دیا اور اس سے منہ پھیر لیا اور شیعوں کی جماعت سے ہو گیا۔ اور مجمع البحرین میں ہے کہ رافضہ اور روافض جو حدیث شریف میں آیا ہے اس سے مراد شیعوں کا فرقہ ہے کیونکہ یہ رافضی بن گئے اور انہوں نے امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت زید کا انکار کر دیا اور ان کو چھوڑ دیا کیونکہ آپ نے ان کو صحابہ کرام کی شان میں طعن کرنے سے منع فرمایا تھا۔ جب ان لوگوں نے اپنے امام کا ارشاد سمجھ لیا اور معلوم کر لیا کہ وہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے بارے میں تبرا برداشت نہیں کرتے تو ان لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا اور نکل گئے اس کے بعد لفظ رافضی اس شخص کے حق میں استعمال ہونے لگا کہ جو اس مذہب میں غلو کرتا ہے اور صحابہ کرام کے حق میں طعن کرنا جائز سمجھتا ہے۔

بھائیو! جب حضرت امام عالی مقام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام

کے حق میں طعن کرنے والوں کو اپنی مجلس سے نکال دیا اور دفعہ کیا اور فرمایا کہ نکل جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرے تو ان کے صاحبزادے اپنے والد ماجد کی سنت کو کیوں نہ اپناتے اور کیوں نہ سختی کے ساتھ اس پر عمل فرماتے الولد سر لابیہ کا یہی معنی ہے۔ یوں رفض اور تشیع کا ہم معنی ہونا، مصداقاً متحد ہونا تو اہل تشیع کی اس معتبر ترین کتاب نے پوری اور مکمل تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا جو کسی تبصرہ کا محتاج نہیں۔

رہا یہ امر کہ جس حدیث کی طرف اہل تشیع کی معتبر کتاب مجمع البحرین نے اشارہ کیا اور صاحب ناسخ التواریخ نے اس کا ذکر کیا وہ کون سی حدیث ہے تو یہ وہی حدیث ہے جس حدیث کے متعلق کافی (کتاب الروضہ) ص ۱۶ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ان لوگوں نے تو تمہارا نام رافضی نہیں رکھا بلکہ تمہارا نام اللہ تعالیٰ نے رافضی رکھا ہے۔ کافی کی بعینہٖ عبارت پیش کرتا ہوں۔

(کافی شیعہ کی معتبر ترین کتاب ہے جس کے متعلق کئی دفعہ حوالے گزر چکے ہیں)

قَالَ قُلْتُ جَعَلْتُ فِدَاكَ فَاِنَّا قَدْ نُبِذْنَا نَبْزاً انْكَسَرَتْ لَهٗ ظُهُوْرُنَا وَمَاتَتْهُ اَفْئِدَتُنَا وَاسْتَحَلَّتْ لَهُ الْوُلَاةُ دِمَاءَ نَا فِيْ حَدِيْثٍ رَوَاهُ لَهُمْ فُقَهَاءُ هُمْ قَالَ فَقَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ عليه السَّلام اَلرَّافِضَةُ؟

قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَاهُمْ سَمَّاكُمْ بَلِ اللّٰهُ سَمَّاكُمْ ط

یعنی ابو بصیر نے (جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاص الخاص شیعہ ہے) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں ہمیں ایک ایسا لقب دیا گیا ہے جس لقب کی وجہ سے ہماری ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے اور جس لقب کی وجہ سے ہمارے دل مردہ ہو چکے ہیں اور اس کی وجہ سے حاکموں نے ہمیں قتل کرنا مباح اور جائز قرار دیا ہے وہ لقب ایک حدیث میں ہے جس حدیث کو ان کے فقہاء نے روایت کیا ہے ابو بصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر

صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رافضہ کے متعلق حدیث؟ ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ خدا کی قسم ان لوگوں نے تمہارا نام رافضی نہیں رکھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے۔

رافضیوں کو قتل کردو

یہی رافضیوں والی حدیث احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران میں بھی موجود ہے۔ اگرچہ اہل تشیع کی کتاب کافی کی روایت کے بعد اہل تشیع کی خدمت میں اس حدیث کی توثیق کے متعلق مزید شہادت کی ضرورت نہیں علی الخصوص ایسی حالت میں کہ جب امام صاحب اس حدیث کی تفسیر میں اور اس کی توثیق میں یہ فرمادیں کہ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ مومنین کو خوش کرنے کے لئے بطور استشہاد ایک حدیث پیش کر ہی دیں:۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ لَهُمْ نَبَزٌ يُقَالُ لَهُمُ الرَّافِضَةُ يُعْرَفُوْنَ بِهِ يَنْتَحِلُوْنَ شِيْعَتَنَا وَلَيْسُوْا مِنْ شِيْعَتِنَا وَآيَةُ ذٰلِكَ اَنَّهُمْ يَشْتِمُوْنَ اَبَابَكْرٍ وَّ عُمَرَ اَيْنَمَا اَدْرَكْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّهُمْ مُشْرِكُوْنَ ؕ

”حضرت سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ آخری زمانہ میں ایک فرقہ نکلے گا جس کا خاص لقب ہوگا جس کو لوگ رافضی کہیں گے۔ اسی لقب کے ساتھ ان کی پہچان ہوگی۔ وہ لوگ ہمارے شیعہ ہونے کا دعویٰ کریں گے درحقیقت وہ ہماری جماعت سے نہیں ہوں گے اور ہماری جماعت سے نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ لوگ ابو بکر (صدیق) اور عمر (فاروق اعظم) (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے حق میں سَبّ بکیں گے تو ان کو قتل کردینا کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔

اس حدیث کی صحت کے متعلق صرف اس قدر گزارش کافی ہے کہ بعینہ وہی الفاظ
اور وہی مضمون جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش ہو
اور جس کی تصدیق حضرت امام جعفر صادق نے فرمادی۔ اس حدیث میں موجود ہے۔
اس لئے اگرچہ یہ حدیث ہم کتاب کنزالعمال سے پیش کر رہے ہیں اور یہ کتاب اہل تشیع
کے نزدیک معتبر نہیں مگر اس حدیث کا ان کے نزدیک بھی صحیح ہونا کسی مزید دلیل کی
طرف محتاج نہیں۔ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں۔ کنزالعمال میں یہ حدیث اور اس کے
ہم معنی باقی احادیث ملاحظہ فرمانا ہو تو جلد ۶ صفحہ ۸۱ پر دیکھیں۔

اب مسلمانوں کے کسی گروہ سے بھی امام صاحب نے جن کو شمار نہیں کیا وہ کون
ہیں؟ جن کو امام عالی مقام نے اپنی مجلس سے دفع فرمایا اور ان کے ساتھ وہی سلوک
فرمایا جو کفار کے ساتھ کرنا واجب ہے (واغلظ علیھم) ان کا عقیدہ اور مذہب کیا تھا؟
ان کے حق میں یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرے کس نظریہ کے تحت ہے؟
مدعیان محبت و تولی تو امام عالی مقام سیدنا زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ جھٹلائیں
گے بلکہ ان پر ایمان لائیں گے اور ان کے مذہب اور عقیدہ کی تقلید کریں گے اور ان
کے صاحبزادے امام عالی مقام سیدنا محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید بن امام
زین العابدین کا ارشاد اقدس بھی مشعل راہ بنائیں گے۔

ہاں! وہ صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں

امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب اقدس اور آپ کا نظریہ بھی اسی کتاب
(کشف الغمہ) کے صفحہ ۲۲۰ میں ملاحظہ فرماویں۔

وعن عروة عن عبدالله قَالَ سَأَلْتُ اَبَا جَعْفَرَ مُحمد بن علی
علیهما السّلام عَنْ حِلْيَةِ السُّيُوْفِ فَقَالَ لاَ بَاسَ بِهٖ قَدْ حَلّٰى
اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَيْفَهٗ قُلْتُ فَتَقُوْلُ الصِّدِّيْقُ؟ قَالَ
فَوَثَبَ وَثْبَةً وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَقَالَ نَعَمْ الصِّدِّيْقُ نَعَمْ الصِّدِّيْقُ نَعَمْ

الصِّدِّيْقُ فَمَنْ لَمْ يَقُلْ لَهُ الصِّدِّيْقُ فَلاَ صَدَقَ اللّٰهُ لَهُ قَوْلاً فِي الدُّنْيَا وَلاَ فِي الْاٰخِرَةِ۔ ۱۲

"امام عالی مقام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شیعہ صاحب نے مسئلہ دریافت کیا کہ یا حضرت تلواروں کو زیور لگانا جائز ہے یا نہیں؟ امام صاحب نے فرمایا اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار کو زیور لگایا ہوا تھا۔ شیعہ صاحب نے عرض کیا کہ آپ بھی ان کو صدیق کہتے ہیں۔ اس پر امام عالی مقام اچھل پڑے اور قبلہ شریف کی طرف رخ انور کر کے فرمایا کہ ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں جو ان کو صدیق نہیں کہتا اللہ اس کے کسی قول کو نہ دنیا میں سچا کرے نہ آخرت میں۔ ۱۲ (کشف الغمہ ص ۲۲۰)

ہے کوئی ذی شعور؟

اب ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ امام عالی مقام کے ارشاد گرامی پر کس کا ایمان ہے اور کون ان کے ارشاد کو نہیں مانتا؟ اہل السنۃ والجماعت غریب تو امام عالی مقام کے یک دفعہ فرمانے پر آمنا و صدقنا کا نعرہ لگاتے ہیں۔ مدعیان محبت و تولی کے انتظار میں ہیں کہ پانچ دفعہ فرمانے کے باوجود بھی ایمان لاتے ہیں یا نہیں؟

کیوں جناب امام عالی مقام کا نظریہ کیا تھا؟ اور ان کے سچے غلام اور سچے حلقہ بگوش ون ہیں؟ اب رہا یہ امر کہ جو شخص صدیق اکبر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدیق نہیں کہتا اس کے متعلق امام عالی مقام کی یہ بددعا کہ "اللہ تعالیٰ اس کے کسی قول دنیا و آخرت میں سچا نہ کرے۔" خطا تو جا نہیں سکتی۔ غالباً بلکہ یقیناً یہی تقیہ کی لعنت ی ہو سکتی ہے جس سے کوئی شخص ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق نہ کہنے والا مالی نہیں۔ غرضیکہ تمام ائمہ معصومین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک ابو بکر مدیق ہیں۔

بہت ممکن ہے کہ مدعیان محبت اہل بیت اپنے عقیدے پر امام عالی مقام کے مذہب اور ان کے عقیدے کو قربان کرتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیں کہ امام صاحب نے قبلہ رو ہو کر عمداً جان بوجھ کر خلاف واقعہ فرمایا۔ مگر کوئی مسلمان ان علمبرداران صدق و صفا کی شان اقدس میں اس قسم کی گستاخی کی جرأت نہیں کر سکتا۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کذب بیانی اور خلاف واقعہ امر کا اظہار ان کی شان ارفع سے بہت دور ہے بلکہ منافض ہے۔

دوسرا نقل کفر کفر نباشد۔ اگر کذب بیانی یا تقیہ جائز سمجھتے تو کسی مخالف کے سامنے نہ کہ اپنے شیعہ کے سامنے جو منکر خلفائے راشدین تھا۔ بلکہ اہل تشیع کے نظریہ کے تحت تو برعکس تقیہ کرتے کیونکہ ایک ہمراز و دمساز کے سامنے تقیہ کرنا سخت بے محل بات ہوتی ہے اور یہاں الٹا معاملہ تھا۔ شاید شیعہ مذہب میں قسم اٹھا کر ہمیشہ اور ہر بات میں ہر جگہ جھوٹ بولنا عبادت ہو؟

صاحب کشف الغمہ

یہ بات بھی عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کا مصنف کوئی معمولی ذاکر ماکر نہیں بلکہ اہل تشیع میں ساتویں صدی کا مجتہد اعظم گزرا ہے۔ مجتہدین ایران نے ان کی منقبت میں جو الفاظ لکھے ہیں ان میں سے چند بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔

شیعوں کے ایک مجتہد اعظم مجد الدین الفضل جو ۶۹۲ ہجری میں مصنف سے [illegible] بھی ہیں ان کے حق میں لکھتے ہیں۔ "ملک الفضلاء غرۃ العلماء قدوۃ الادباء نادرۃ عصر[illegible] نسیج وحدہ المولیٰ الصاحب المعظم فی الدنیا والدین فخر الاسلام والمسلمین جامع شتات [illegible] الفضائل المبرز فی حلبات السبق علی الآواخر والاوائل ابی الحسن علی بن السعید فخر الدی[illegible] بن عیسیٰ ابی الفتح الاربلی امد اللہ الکریم فی شریف عمرہ"، اسی طرح مجتہد ایران محمد باقر [illegible] محمد ابراہیم خونسازی اور کربلائی محمد حسین طہرمانی وغیرہ نے ان کو مجتہد اعظم بلکہ ملک الفضلاء و غرۃ العلماء کے القاب کے ساتھ لکھا ہے۔

زیادہ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ روایات جو آئمہ صادقین سے اس مصنف نے اپنی کتاب میں لکھی ہیں ان کے متعلق کسی قسم کا تبصرہ یا رائے زنی کی جرأت نہیں کی۔ اس زمانہ کے مدعیان محبت و تولے کو اپنے دعویٰ محبت و تولی پر بطور دلیل ائمہ طاہرین معصومین صادقین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مذہب کی تقلید اور ان کے فرمان کی تعمیل ضروری ہے ورنہ دعوے بلا دلیل کی زندہ مثال اہل تشیع کا ایک ایک فرد ثابت ہوگا۔ جب کتاب کا مصنف مسلم شیعہ ان کا ملک الفضلاء غرۃ العلماء نادرۃ العصر ان کا مولی معظم ان کا فخر الاسلام والمسلمین جامع شتات الفضائل اور جانے کیا کیا ہے اور کتاب بھی ان کی مسلم حدیث کی ہے جو شروع سے آخر تک آئمہ طاہرین کی روایتیں لاتا ہے اور جہاں کہیں بھی ذرہ برابر گنجائش دیکھتا ہے، تشیع پروری و رفض نوازی سے نہیں چوکتا۔ تو ایسی کتاب کی روایت اور وہ بھی ائمہ طاہرین سے اور پھر ذرہ برابر گنجائش نہ ملنے کے باعث ذرہ برابر اپنی طرف سے کوئی تبصرہ اور کوئی جواب یا کسی قسم کی رائے زنی نہیں کرتا تو برادران وطن بھی ان احادیث کو صحیح توجیہہ سے ہٹانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں اور اس کے واضح غیر مبہم معنی سے اس کو نہ پھیریں اور بعید از قیاس احتمالات کے ساتھ اس کی تاویلیں کرنے کی بے فائدہ تکلیف نہ فرماتے ہوئے امام کے ارشاد کو بگاڑنے کی ناکام کوشش نہ کریں نہ ہی اس کے راویوں کو ناصبی یا از راہ رفتہ کہیں۔

معصوم ائمہ پر اعتراض

علم الصدق والصفی سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صریح اور واضح و غیر مبہم ارشاد کی شان دیکھئے اور روایت بھی تمام تر ائمہ صادقین طاہرین معصومین سے ہے۔ میں انتظار میں ہوں کہ محبت و تولے کے دم بھرنے والے اس فرمان پر کہاں تک ایمان لانے کے لئے تیار ہوتے ہیں؟ ایک عجیب و غریب اعتراض بھی اس روایت پر سن لیں جو شیعوں کے محقق طوسی نے یہ روایت اپنی کتاب تلخیص

الشافی میں لکھ کر کیا ہے۔ کہتا ہے کہ روایت بیشک ائمہ کرام سے ہے مگر اس کے راو
ایک ایک ہیں۔ اس لئے اس پر اعتبار نہیں کرتا۔ یعنی امام جعفر صادق صاحب اکی
اپنے والد امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں اور صرف امام محمد باقر صاحب اپنے وال
امام زین العابدین سے روایت فرماتے ہیں اور صرف امام زین العابدین اس روایت ک
حضرت علی سے بیان فرماتے ہیں لہٰذا یہ خبر احاد اور نا قابل اعتماد الشیعہ ہے مگر غالباً ی
کہنا بھول گیا کہ صرف حضرت علی خلفائے راشدین کو امام الہدیٰ اور شیخ اسلام اور
مقتدیٰ و پیشوا کہہ رہے ہیں اور صرف وہی ان کو اپنے پیارے فرما رہے ہیں لہٰذا اس پ
کیا اعتبار؟

مگر ہم شیعوں کی تسلی کے لئے چودہ آدمیوں سے بیک وقت روایت پیش کرتے
ہیں جو کتاب الشافی جلد ۲ صفحہ ۴۲۸ مطبوعہ نجف اشرف میں موجود ہے۔

اِنَّ عَلِیًّا علیہ السلام قَالَ فِیْ خُطْبَتِہٖ خَیْرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّھَا
اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَ فِیْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ خَطَبَ بِذٰلِکَ
بَعْدَ مَا اُنْھِیَ اِلَیْہِ اَنَّ رَجُلًا تَنَاوَلَ اَبَابَکْرٍ وَّ عُمَرَ بِالشَّتِیْمَۃِ فَدَعٰی بِہٖ
وَتَقَدَّمَ بِعُقُوْبَتِہٖ بَعْدَ اَنْ شَھِدُوْا عَلَیْہِ بِذٰلِکَ۔ ۱۲

"یعنی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبے میں فرمایا
کہ نبی کریم ﷺ کے بعد حضور کی تمام امت میں سے افضل ابو بکر اور عمر
ہیں بعض روایتوں میں واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ حضرت
شیر خدا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اطلاع پہنچی کہ ایک
شخص نے (غالباً کسی شیعہ نے) حضرت ابو بکر (صدیق) اور حضرت عمر
(رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی شان میں سب بکا ہے جس پر امیر المومنین رضی
اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو بلایا اور اس کے سب بکنے پر شہادت طلب
فرمائی (یعنی باقاعدہ مقدمہ چلایا) اور شہادت گزرنے کے بعد اپنے دست
حیدری کے ساتھ اس کو واصل جہنم فرمایا اور مبتلاء عقوبات گردانا۔

(شافی و تلخیص الشافی جلد ۲ صفحہ ۴۲۸ مطبوعہ نجف اشرف)

تو فتنہ باز ہے

اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ایک اور روایت بھی ملاحظہ فرمادیں۔

وَرَوٰی جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَلَیْهِم السَّلام قَالَ لَمَّا اسْتُخْلِفَ اَبُوْبَكْرٍ جَاءَ اَبُوْسُفْیَانَ فَاسْتَاذَنَ عَلٰى عَلِیٍّ علیه السَّلام قَالَ اُبْسُطْ یَدَكَ اُبَایِعْكَ فَوَاللّٰهِ لَاَمْلَأَنَّهَا عَلٰى اَبِیْ فَصِیْلٍ خَیْلاً وَّ رِجْلاً فَانْزَوٰی عَنْهُ علیه السَّلام وَقَالَ وَیْحَكَ یَا اَبَا سُفْیَانَ هٰذِهٖ مِنْ دَوَاهِیْكَ وَقَدِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلٰى اَبِیْ بَكْرٍ مَا زِلْتَ تَبْغِی الْاِسْلَامَ عِوَجًا فِی الْجَاهِلِیَّةِ وَالْاِسْلَامِ وَوَاللّٰهِ مَاضَرَّ الْاِسْلَامَ ذٰلِكَ شَیْئًا مَازِلْتَ صَاحِبَ فِتْنَةٍ۔ ۱۲

"امام جعفر صادق اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں اور وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں اور وہ اپنے والد (امام زین العابدین) سے روایت فرماتے ہیں کہ جب (حضرت) ابو بکر (صدیق) خلیفہ بنے تو ابو سفیان نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی (اور حاضر ہوا) اور عرض کی کہ آپ ہاتھ بڑھائیں میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ خدا کی قسم اس علاقہ کو سواروں اور پیدلوں سے بھر دوں گا۔ (اگر حضور خوف کی وجہ سے خلافت کا اعلان نہیں فرمارہے اور تقیۃً خاموش ہیں) یہ سن کر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس سے روگردانی فرمائی اور فرمایا کہ ابو سفیان تیرے لئے سخت افسوس ہے یہ خیالات تیری تباہ کاریوں کی دلیل ہیں حالانکہ ابو بکر (صدیق) کی خلافت پر صحابہ کا متفقہ اور اجماعی فیصلہ ہو چکا ہے تو تو ہمیشہ کفر اور اسلام کی حالت میں فتنہ اور کجروی ہی تلاش کرتا رہا ہے۔ خدا کی قسم (صدیق اکبر) ابو بکر

کی خلافت کسی طرح بھی اسلام کے لئے غیر مفید نہیں ہو سکتی اور تو تو ہمیشہ فتنہ باز ہی رہے گا۔ ۱۲

لیجئے جناب! یہ حدیث بھی امام عن امام عن امام غرضیکہ اس حدیث کی سند بھی تمام تر ائمہ معصومین صادقین پر مشتمل ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کے ساتھ دوسرا شاہد موجود نہیں۔ ورنہ شیعوں کے محقق طوسی ان پر ایمان لا چکے ہوتے کاش شیعوں کا پیشوا اس بات پر ایمان رکھتا کہ ائمہ ہدیٰ کے ارشاد سے زیادہ اور کوئی چیز قابل یقین اور لائق اعتبار نہیں ہو سکتی۔ اور ان کے ارشاد پر یقین کرنے کے لئے کسی دوسری شہادت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

عمر بزبان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ایک روایت اور بھی ملاحظہ فرماتے جایئے۔ کتاب الشافی لعلم الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۴۲۸ مطبوعہ نجف اشرف۔

وروی جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر بن عبداللّٰہ لَمَّا غُسِلَ عُمَرُوَ کُفِنَ دَخَلَ عَلِیٌّ علیہ السلام فقال صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ مَا علی الْاَرْضِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَلْقَی اللّٰہَ بِصَحِیْفَۃِ ھٰذَا الْمُسْتَجٰی بَیْنَ اَظْھُرِکُمْ۔ ۱۲

امام جعفر صادق، امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ جب (امیر المومنین) عمر شہید ہوئے اور ان کو کفن پہنایا گیا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ تشریف لائے اور فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ (رحمتیں و برکتیں) ہوں۔ تمام روئے زمین پر میرے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں کہ میں اللہ سے ملوں اور میرا اعمال نامہ بھی اس کفن پوش کے اعمال نامہ کی طرح ہو جو اس وقت تمہارے سامنے موجود ہے۔ ۱۲

سبحان اللہ! مولیٰ مرتضیٰ تو ان کے اعمال نامہ کے ساتھ رشک فرما رہے ہیں او

مدعیان تولی ان کو غاصب اور ظالم کہہ رہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کس کی سنیں اور کس کی نہ سنیں؟ مولیٰ مشکل کشاء کو سچا مانیں یا ان مدعیان محبت و تولے کو؟ اس سے زیادہ بھی کوئی تعجب انگیز صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ کہ کتابیں بھی اہل تشیع کی نہایت معتبر اور روایات بھی شروع سے آخر تک ائمہ صادقین طاہرین معصومین کی اور ان کتابوں کی کتابت بھی تہران یا نجف اشرف میں مشہور غالی شیعوں کی زیر نگرانی اور پھر روایات پر اہل تشیع ایمان نہ لائیں تو کہنا پڑتا ہے کہ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ سید مرتضیٰ مصنف کتاب شافی کے متعلق ملا مجلسی نے اپنی کتاب حق الیقین صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ ایران میں لکھا ہے کہ "از اکابر علمائے امامیہ است" (یعنی شیعوں کے بہت بڑے علماء میں سے ہے) اور ابو جعفر طوسی کے متعلق بھی تمام مجتہدین شیعہ امام الطائفہ لکھتے ہیں۔ اس کی اپنی کتاب بھی اس کے غالی شیعہ ہونے کی تصدیق کرتی ہیں۔

خلفاء ثلاثہ بزبان ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب ناسخ التواریخ جلد ۵ کتاب ۲ صفحہ ۱۴۳، ۱۴۴ (قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ (اَلصِّدِّیْقِ) رَحِمَ اللّٰہُ اَبَابَکْرٍ کَانَ وَاللّٰہِ لِلْفُقَرَآءِ رَحِیْمًا وَّلِلْقُرْآنِ تَالِیًا وَعَنِ الْمُنْکَرِ نَاھِیًا وَبِدِیْنِہٖ عَارِفًا وَّمِنَ اللّٰہِ خَائِفًا وَّعَنِ الْمَنْھِیَّاتِ زَاجِراً وَّبِالْمَعْرُوْفِ آمِرًا وَّبِاللَّیْلِ قَائِمًا وَّبِالنَّھَارِ صَائِمًا فَاقَ اَصْحَابَہٗ وَرْعًا وَکَفَافًا وَسَادَھُمْ زُھْداً وَّعَفَافًا فَغَضِبَ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ یُّنْقِصُہٗ وَّیَطْعَنُ عَلَیْہِ

اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے ابو بکر (صدیق) پر کہ اللہ کی قسم وہ فقیروں کے لئے رحیم اور قرآن کریم کی ہمیشہ تلاوت کرنے والے، بری باتوں سے منع کرنے والے، اپنے دین کے عالم، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے،

ناپسندیدہ اعمال سے ہٹانے والے، اچھی چیزوں کا حکم دینے والے، رات کو خدا سے لو لگانے والے، اور دن کو روزہ رکھنے والے تھے تمام صحابہ پر پرہیزگاری اور تقویٰ میں فوقیت حاصل کر چکے تھے دنیا سے بے رغبتی اور پاکدامنی میں سب سے زیادہ تھے پس جو شخص ان کی شان میں تنقیص کرے یا ان پر طعن کرے تو ان کی شان میں تنقیص کرنے والے پر خدا کا غضب۔ ۱۲

شان فاروقی میں بھی ایک تصریح ملاحظہ ہو (ناسخ التواریخ جلد ۵ کتاب ۲ صفحہ ۱۴۴)

رَحِمَ اللّٰهُ اَبَاحَفْصٍ كَانَ وَاللّٰهِ حَلِيْفَ الْاِسْلَامِ وَمَاوٰى الْاَيْتَامِ وَمُنْتَهَى الْاِحْسَانِ مَحَلَّ الْاِيْمَانِ وَكَهْفَ الضُّعَفَاءِ وَمَعْقِلَ الْحُنَفَاءِ وَقَامَ بِحَقِّ اللّٰهِ صَابِراً مُحْتَسِباً حَتّٰى اَوْضَحَ الدِّيْنَ وَفَتَحَ الْبِلَادَ وَآمَنَ الْعِبَادَ اَعْقَبَ اللّٰهُ مَنْ يَنْقِصُهُ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

یعنی اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے ابا حفص عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خدا کی قسم کہ وہ اسلام کے سچے ہمدرد تھے۔ یتیموں کے آسرا تھے۔ احسان کے اعلیٰ مرتبہ پر متمکن تھے۔ ایمان کا مرکز تھے۔ ضعیفوں کی جائے پناہ تھے۔ متقی اور پرہیزگاروں کے ملجاء و ماویٰ تھے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت فرمائی۔ جس میں تکلیفوں اور مصیبتوں پر صبر کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہنے والے تھے یہاں تک کہ دین روشن کیا۔ ملکوں کو فتح کیا اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو خوف سے بچا کر امن میں رکھا۔ جو شخص بھی ان کی شان کو گھٹائے وہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہے۔ ۱۲

اسی طرح شان ذی النورین سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ملاحظہ فرمادیں۔ (ناسخ التواریخ جلد ۵ کتاب ۲ صفحہ ۱۴۴)

رَحِمَ اللّٰهُ عُثْمَانَ كَانَ وَاللّٰهِ اَكْرَمَ الْهَفَدَةِ وَاَفْضَلَ الْبَرَرَةِ هَجَّاداً

بِالْاَسْحَارِ كَثِيْرَالدُّمُوْعِ عِنْدَ ذِكْرِ النَّارِ نَهَّاضًا عِنْدَ كُلِّ مَكْرُمَةٍ سَبَّاقًا اِلٰى كُلِّ مُنْجِيَةٍ حَبِيْبًا وَّفِيًّا صَاحِبَ جَيْشِ الْعُسْرَةِ وَحِمُواً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَعْقَبَ اللّٰهُ مَنْ يَّلْعَنُهُ لَعْنَةَ اللَّاعِنِيْنَ

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر اللہ کی قسم وہ رسول اللہ ﷺ کے شریف ترین داماد تھے۔ اور مقدس لوگوں سے افضل تھے۔ بہت تہجد پڑھنے (نماز) والے تھے۔ نار جہنم کی یاد کرتے وقت بہت رونے والے تھے۔ ہر بہترین کام میں، ہر نجات دینے والے پہلو کی طرف سب سے زیادہ سبقت کرنے والے تھے۔ غزوۂ تبوک میں اسلامی لشکر کی اعانت کرنے والوں کے سردار تھے اور رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ دار تھے جو ان کی شان میں سب کرتا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور ان لوگوں کی لعنت ہے جو لعنت کرنے والے ہیں۔

ذرا غور فرمائیں

محترم بھائیو! میں خدا کو حاضر وناظر یقین کرتے ہوئے مذہبی تعصب کو در کنار رکھ کر محض حق پسندی اور انصاف سے عرض کرتا ہوں کہ ائمہ طاہرین کی اس قدر واضح اور غیر مبہم تصریحات سے انکار کرنا اور ان کی بعید از قیاس تاویلیں کرنا ان کے اصل مفہوم اور معنی سے انحراف کر کے عقل اور صحیح نظر و فکر کے خلاف توجیہیں کرنا صرف اس شخص سے ممکن ہے جو دل سے ان کے ساتھ ایک رائی کے برابر بھی الفت نہیں رکھتا اور اس کے دل میں ان مقربین بارگاہ صمدی کی ذرہ بھر وقعت نہیں۔ صرف زبانی دعویٰ یا محرم کے چند دنوں میں ہنگامہ آرائی ائمہ صادقین کے صریح ارشادات کی خلاف ورزی کا تدارک نہیں کر سکتی۔ اور ان ائمہ ہدیٰ کے واضح تر احکامات اور ان کے حلفیہ بیانات اور قسمیہ تصریحات کو خلاف واقعہ اور جھوٹ یقین کرنے والا محب اور مومن نہیں ہو سکتا۔

کافی کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنو صفحہ ۹۹ بھی مطالعہ فرماتے جایئے۔

یُنَادِی مُنَادٍ فِیْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَلاَ اِنَّ فُلاَنَ بْنَ فُلاَنٍ شِیْعَتُهُمْ هُمُ الْفَائِزُوْنَ وَیُنَادِی اٰخِرَ النَّهَارِ اَلاَ اِنَّ عُثْمَانَ وَشِیْعَتَهُمْ هُمُ الْفَائِزُوْنَ

یعنی صبح کو ندا دینے والا ندا دیتا ہے کہ ہوش سے خبردار ہو کر سنو کہ فلاں ابن فلاں اور ان کا گروہ وہی ہیں۔ جو فائز المرام ہیں اور شام کو ایک ندا دینے والا یہ ندا دیتا ہے۔ ہوش سے خبردار ہو کر سنو کہ عثمان اور ان کا گروہ وہی ہیں جو فائز المرام ہیں۔

"فلاں" سے کون مراد ہیں؟ تو اہل تشیع کی عادت ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی اگر ناچار لکھنا پڑ جائے تو "فلاں" لکھ کر سبکدوش ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کے سائے سے بھی اس طرح بھاگتے ہیں کہ دوسرا راستہ اختیار کرتے ہوئے فلاں کہہ دیتے ہیں۔ اہل تشیع نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ یہ طرز اختیار کیا ہے۔ مثلاً کتاب نہج البلاغۃ مطبوعہ ایران۔

جَزَی اللّٰهُ فُلاَنًا فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَعْوِجَاجَ وَدَوَی الْجَهْلَ اَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَّفَ الْفِتْنَةَ وَذَهَبَ نَقِیَّ الثَّوْبِ قَلِیْلَ الْعَیْبِ اَصَابَ خَیْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا اَدّٰی اِلَی اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ طَاعَتَهٗ وَ تَقْوٰیهُ بِحَقِّهٖ رَجُلٍ وَتَرَکَهُمْ فِیْ طُرُقٍ مُتَشَعِّبَةٍ لاَیَهْتَدِیْ فِیْهَا الضَّالُّ وَلاَ یَسْتَیْقِنُ الْمُهْتَدِیْ۔ ۱۲

یعنی اللہ تعالیٰ ہی جزائے خیر عطا فرمائے "فلانے" کو جس نے کجروی کو قطعی طور پر درست کیا اور جہالت کی مرض کی دوا کی جس نے سنت کو قائم کیا اور فتنہ کو پیچھے دھکیلا۔ دنیا سے پاکدامن اور بے عیب ہو کر گیا۔ بھلائی اور خیر کو حاصل کیا اور فتنہ و شر سے پہلے چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی عبادت کماحقہٗ ادا کی۔ وہ رخصت ہو گیا اور لوگوں کو اس طرح

پریشان حالت میں چھوڑ گیا کہ گمراہ ہدایت نہیں پا سکتا اور ہدایت یافتہ یقین نہیں کر سکتا۔

حضرت امام الائمہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خطبے کی شرح میں صاحب بہجۃ الحدائق اور ابن ابی الحدید اور منہاج البراعۃ اور لاہجی اور ابن میثم تصریح کرتے ہیں کہ "فلاں" سے مراد عمر ہیں البتہ ابن میثم ابو بکر (الصدیق) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی کہتے ہیں۔ الدرۃ النجفیہ میں ہے کہ ابو بکر صدیق مراد ہیں۔

شہید کربلا کی بے خبری؟

نہج البلاغۃ کی یہ شروح متعصب اور غالی اہل تشیع نے کی ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ صاحب بہجۃ الحدائق اس خطبے کی شرح میں آخر میں کہتے ہیں شیر خدا نے بطور "تقیہ" امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس قدر تعریف فرمائی ہے۔ بہر حال ہم نے مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی کلام پاک اور ان کا ارشاد گرامی پیش کرنا ہے۔ ان کے مافی الضمیر المنیر کے متعلق خدا جانے اور وہ جانیں شاید امام عالی مقام علیم الصدق والصفا شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقیہ کرنے کا مسئلہ معلوم نہ ہوگا ورنہ جب گھر میں تقیہ ضروری امر تھا تو غربت وسفر میں علی الخصوص عترت معصومین کے ساتھ تو ضرور وہ بھی تقیہ کرتے اور خانوادۂ نبوت کو شہید نہ کراتے اور بامن وامان مدینہ طیبہ تشریف لے جاتے۔ اہل تشیع کو یہ لدنی اور صدری علوم زندہ جاوید ہستیوں کا ماتم منانے اور مقتدیانِ امت کے حق میں سب وشتم بکنے سے حاصل ہوگئے۔

نصیب اپنا اپنا

بھائی یہ تو اپنی اپنی قسمت کی بات ہے۔ اگر باب مدینۃ العلم کا نظریہ، ان کا مذہب، ان کا عقیدہ، ان کی رازداری کا شرف اور ان کے باطنی علوم نہ معلوم ہو سکے تو مظلومِ کربلا کو اور ان کے افکار واسرار مافی الضمیر کا علم حاصل ہو گیا تو شیعہ کو مگر۔

سر داد نداد دست در دست یزید　　　حقا کہ بنائے لاالٰہ است حسین

تقیہ نہ کرنے والے پر جو بے پناہ فتوے اور ان کی تکفیر اہل تشیع کی ام الکتب یعنی کافی کلینی میں موجود ہیں کہ اس کا مستقل باب باندھا ہے جس کو دیکھ کر الامان والحفیظ بے ساختہ منہ سے نکل جاتا ہے اور اہل تشیع کے صدق و صفا اور ان کی صاف باطنی کی داد دینی ضروری ہو جاتی ہے جس کا نمونہ عرض کر چکا ہوں۔

حضرت امام حسین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فرزند، ان کے شاگرد، ان کے خلیفہ، ان کے فیض یافتہ اور یہ شیعہ حضرات ان تمام نعمتوں سے محروم تو پھر یہ نعمت عظمیٰ ان کو نصیب ہو گئی کہ باطنی علوم سے صرف اور صرف یہی فیض حاصل کر سکے اور امام (معاذ اللہ) محروم رہ گئے تلك اذاً قسمة ضيزی۔

بہر حال ہم ظاہر بینوں کو مدعیان محبت و تولی کی انتہائی معتبر کتابوں میں ائمہ طاہرین معصومین صادقین کی سند سے جو روایات پہنچی ہیں۔ ہم تو انہی پر اکتفا کرتے ہوئے گزارش کرنے کے اہل ہیں اور امام عالی مقام شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظاہری طرز عمل اور ان کی ظاہری تعلیم کو اہل بیت کرام کے صدق و صفا کا علم سمجھتے ہیں اور اسی پر قناعت کر سکتے ہیں۔ میدان کربلا کا ذرہ ذرہ ہمیں جس صاف باطنی اور غیر خدا کے خوف سے بے دھڑک ہو کر صدق بیانی کی طرف بلاتا رہے گا۔ ہم تو بھائی اسی کو شیر خدا کا نظریہ یقین کرتے رہیں گے اور جب تک روضہ اطہر کو میدان کربلا میں دیکھتے رہیں گے ہماری آنکھیں تو کسی دوسرے صدری علم کو دیکھ نہیں سکتیں۔ اپنی اپنی استعداد ہے۔

شیر خدا بیعت کرتے ہیں

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات اور وہ بھی ائمہ معصومین کی سند کے ساتھ۔ آپ ان کا نمونہ تو دیکھ ہی چکے۔ اب ہم آپ کو شیر خدا کا طرز عمل بھی پیش کرتے ہیں۔ ناسخ التواریخ جلد ۲۔ صفحہ ۴۳ مطبوعہ ایران۔

"پس از ہفتاد شب با ابو بکر بیعت کرد و بروایتے پس از شش ماہ با ابو بکر بیعت کرد۔"

یعنی ستر دنوں کے بعد حضرت علی المرتضٰی نے حضرت ابو بکر کے ساتھ بیعت کی (رضی اللہ عنہما)اور ایک روایت میں ہے کہ چھ ماہ کے بعد بیعت کی۔

ہاں جی ضرور کی، اگرچہ چھ سال کے بعد ہی بیعت کرتے تو بھی اس کو بیعت کرنا ہی کہا جاتا۔ اب اس تاخیر کے اسباب تو اس واقعہ کو تیرہ سو سڑسٹھ سال ہوگئے ہیں۔ جو راوی دو ماہ دس دن سے کھینچ تان کر چھ ماہ تک لے جاسکتے ہیں۔ وہ ایک آدھ دن سے دو ماہ تک بھی لے جاسکتے ہیں۔ دوسرا چھ ماہ کے عرصہ تک جس نے کربلا کا سامان مہیا نہیں فرمایا اور آخر پورے غور و خوض کے بعد بیعت ہی کو اختیار فرمایا۔ انہی کی رائے عالی صائب تھی۔

الٹی منطق

تیسرا کتاب شافی لعلم الہدیٰ جو غالی ترین شیعہ کی تصنیف ہے اور کتاب تلخیص جو شیعوں کے محقق طوسی کی تصنیف ہے جن کا حوالہ گزر چکا ہے ان میں صاف صاف روایت امام جعفر صادق، امام محمد باقر سے اور وہ امام زین العابدین سے فرماتے ہیں کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو ابو سفیان نے ان کی خلافت کو ناپسند کر کے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ جس پر شیر خدا نے ان کو وہ ڈانٹ دی کہ تاقیامت عبرت رہے گی۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو سراہا۔ اور اس کو برحق تسلیم فرمایا۔ اس واقعہ سے تقیہ یا جبراً بیعت کا سوال ہی اٹھ جاتا ہے۔ جب اس قدر فوج مہیا تھی تو پھر خوف کاہے کا تھا؟ نیز جبراً بیعت کا فائدہ ہی کیا تھا۔ جب جبراً ووٹ کی پرچی بھی حاصل نہیں کی جاسکتی تو وعدۂ اطاعت و وفا جبراً حاصل کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور پھر تقیہ اور جبراً بیعت کرنا بھی انوکھی منطق کا قضیہ ہے۔

بھائی تقیہ کا تو معنی ہی یہی ہے کہ ظاہر میں طرفدار اور دل سے بیزار۔ تو پھر مجبور ہونا اور نقل کفر کفر نباشد، گھسیٹنے کی نوبت آنا اور (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) گلے میں رسا ڈلوا

کر گھسیٹنے کی حالت میں مسجد میں جانا بھی عجیب رضامندی اور طرف داری کا اظہار ہے۔
دراصل اہل تشیع بیعت نہ کرنے اور ناخوشنودی کے جتنے احتمالات ہو سکتے ہیں بیک وقت پیش کر کے محبوب خدا ﷺ کے صحابہ میں باہمی اختلافات ثابت کرتے وقت عقل سے بھی تقیہ کر جاتے ہیں اور یہی ایک تقیہ تمام تر شیعہ مذہب کے درد کی دوا ہے شیعوں کی کتاب کافی میں کئی جگہ شیر خدا کا خلفائے راشدین سابقین کے ساتھ بیعت کرنے کا ذکر ہے۔ مگر اکثر مقامات پر یہی لکھا ہوا ہے کہ مجبور ہو کر اور (معاذ اللہ العظیم) گلے میں رسا ڈلوا کر کشاں کشاں وعدہ اطاعت کیلئے بیعت کرنے کی خاطر شیر خدا تشریف لے گئے اور شیر خدا نے تقیہ کیا ہوا تھا۔ یعنی ظاہر میں ان کے ساتھ تھے اور اندرونی طور پر بیعت کرنا نہیں چاہتے اہل تشیع کے فضلا سے کوئی پوچھے کہ ظاہراً طرفداری اور جبر و اکراہ کی باہمی آمیزش و امتزاج تو سمجھاؤ کہیں آپ اجتماع نقیضین کی مثال تو نہیں دے رہے؟ یا مانعۃ الجمع کو محقق الوجود تو نہیں بتا رہے؟ اس جبر و اکراہ اور تقیہ کی باہمی امتزاج اور آمیزش کی شان دیکھنی ہو تو ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۶۲، ۴۹ اور کتاب حملہ حیدری مصنفہ علامہ باذل کا مطالعہ فرمادیں۔ کافی کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۳۹ کی عبارت بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔

عن ابی جعفر علیہ السلام قَالَ اِنَّ النَّاسَ لَمَّا صَنَعُوْا اِذْ بَایَعُوْا اَبَابَکْرٍ لَمْ یَمْنَعْ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ علیہ السّلام اَنْ یَدْعُوَ اِلٰی نَفْسِہٖ اِلاَّ نَظَراً لِلنَّاسِ وَتَخَوُّفًا عَلَیْھِمْ اَنْ یَرْتَدُّوْا عَنِ الْاِسْلَامِ فَیَعْبُدُوْا اَوْثَانًا وَلاَ یَشْھَدُوْا اَنْ لَّااِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَکَانَ الْاَحَبُّ اِلَیْہِ اَنْ یُقِرَّھُمْ عَلٰی مَاصَنَعُوْا مِنْ اَنْ یَّرْتَدُّوْا عَنْ جَمِیْعِ الْاِسْلَامِ وَاِنَّمَا ھَلَكَ الَّذِیْنَ رَکِبُوْا فَاَمَّا مَنْ لَّمْ یَصْنَعْ ذٰلِكَ وَدَخَلَ فِیْمَا دَخَلَ فِیْہِ النَّاسُ عَلٰی غَیْرِ عِلْمٍ وَلاَ عَدَاوَۃٍ لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ علیہ السلام فَاِنَّ ذٰلِكَ لاَیُکْفِرُہٗ وَلاَ یُخْرِجُہٗ مِنَ الْاِسْلَامِ فَلِذٰلِكَ کَتَمَ عَلِیٌّ علیہ

السلام اَمْرَهٗ وَبَايَعَ مُكْرَهًا حَيْثُ لَمْ يَجِدْ اَعْوَانًا۔ ۱۲

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیعت کرنا شروع کیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھ بیعت کرنے کیلئے لوگوں کو اس خوف سے نہ بلایا کہ لوگ مرتد ہو جائیں گے اور بت پرستی شروع کر دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا چھوڑ دیں گے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں کے مرتد ہو جانے سے زیادہ پسند یہ بات تھی کہ صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیعت کرنے پر لوگوں کو برقرار رکھیں۔ کیونکہ صدیق اکبر کے ساتھ بیعت نہ تو لوگوں کو کافر بناتی تھی اور نہ ہی اسلام سے خارج کرتی تھی اس لئے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے امر کو چھپایا اور مجبور ہو کر بیعت کی۔

سوچیں ذرا

سب سے بڑی بات تو شان حیدری کا لحاظ رکھنا ہے کہ وہ شیر خدا کسی خوف یا ڈر کی بنا پر بیعت کرنے والے تھے یا نہ؟ دوسرا امام حسین کا اسی بیعت کے سوال میں سر دے دینا اور بیعت کیلئے ہاتھ نہ دینا نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور ان باپ بیٹے کے نظریات میں خلاف و تضاد تصور نہیں کیا جا سکتا۔ تیسرا شان حیدری کے برعکس اگر تقیہ و مجبوراً بیعت کا انعقاد فرض بھی کر لیا جاوے تو حسب ارشاد مرتضوی (نہج البلاغۃ خطبہ نمبر او ناسخ التواریخ جلد ۳ حصہ ۲ صفحہ ۴۸،۳۲ پر جو آگے مذکور ہوگا) کہ زبیر یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے صرف ہاتھ سے بیعت کی ہے اور دل سے نہیں کی تو بیعت کا اس نے یقیناً اقرار کیا اور بیعت کرنے والے زمرہ میں داخل ہو گیا الخ۔ چوتھا حضرت زبیر نے جو بیعت کی تھی جس کو حضرت علی صحیح بیعت قرار دے رہے ہیں وہ بھی حسب

تصریح ناسخ التواریخ جلد ۳، حصہ نمبر ۲ صفحہ ۷ انتہائی جبر واکراہ کی بنا پر تھی دیکھو اصل عبارت ناسخ التواریخ۔

از پس او اشتر روئے باز بیر کر وفقال قم یا زبیر واللہ لا ینازع احد الا وضربت قرطه بهذا السیف، گفت اے زبیر برخیز وبیعت کن۔ سوگند باخدائے ہیچکس از منازعت بیروں نشود الا آنکہ سرش برگیرم پس زبیر برخواست وبیعت کرد۔ الخ

یعنی حضرت علی کے خادم خاص اشتر نے حضرت زبیر کی طرف منہ کر کے کہا کہ اٹھ اور بیعت کر خدا کی قسم جو شخص بھی بیعت کرنے سے انکار کرے گا تو میں اس کا سر قلم کر کے رکھ دونگا۔ پس زبیر اٹھے اور حضرت علی سے بیعت کی۔

اب اس جبر واکراہ کے ساتھ بھی بیعت صحیح بیعت کی طرح ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلفائے راشدین کے ہاتھ پر بیعت کرنا اسی طرح صحیح بیعت ہی تسلیم کر لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے۔

اہل بصیرت کے سامنے اس پر تبصرہ تحصیل حاصل ہو گا لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت علی کے ساتھ بیعت کرنے سے لوگ (معاذ اللہ) مرتد ہو جاتے ہیں اور صدیق اکبر کے ساتھ بیعت کرنے سے نہ اسلام سے خارج تھے اور نہ کافر بنتے تھے یہ کیوں؟

پھر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ جانتے تھے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے اگر لوگوں کو ہٹایا جائے تو مرتد ہو جائیں گے تو پھر حسب روایات ناسخ التواریخ وحملہ حیدری وغیرہ چھ ماہ تک یا (بروایت) دو ماہ تک توقف کیوں فرمایا؟ اور جب ارتداد جیسے فتنے کو روکنا تھا۔ تو (نقل کفر کفر نباشد) ریسماں اندازی (رسہ ڈالنا) اور کشاکشی کی تہمت کیوں لگائی گئی؟ اور جب (حسب روایت ناسخ التواریخ وشافی وغیرہ) ابو سفیان اور ان کے ساتھی ایک بے پناہ لشکر لے کر

امداد کے لئے حاضر ہوئے تو مجبوری کا کیا معنی اور بے یار و مددگار ہونے کا کیا مطلب ؟

مسلمان بھائیو!! شیر خدا کی شان ہی جب ان مدعیان تولی کو معلوم نہیں تو اس قسم کی بے سروپا روایات نہ گھڑتے تو کیا کرتے۔ شاید امام عالی مقام شہید کربلا سے زیادہ شیر خدا بیعت پر مجبور تھے۔ (نعوذ باللہ ان نکون من الجاھلین) یا یہ کہ میدان کربلا میں خانوادۂ نبوت کی شہادت اور گلستان نبوت اور چمنستان رسالت کا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) نذر خزاں ہونا مجاہد کربلا کی بیعت کر لینے سے روکا نہیں جا سکتا تھا اور معاندین اور شہید کنندگان سید شباب اہل الجنۃ اور حضور کے سارے خاندان عالی شان کو شہید کرنے والوں نے مرتد اور اسلام سے خارج نہیں ہونا تھا جن کو کفر اور ارتداد سے روکنا امام عالی مقام شہید کربلا کا اولین فریضہ تھا اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت اقدس پر عمل کرنا اپنی جگہ پر ضروری تھا اور ہم خرما ہم ثواب فی حد ذاتہ ایک مصلحت موجود تھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام خطوط

اہل تشیع کے علامہ متبحر ابن میثم شرح نہج البلاغۃ میں حضرت سیدنا امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں جو بصورت کتاب حضرت معاویہ کی طرف ارسال فرمایا اور جس کو جامع نہج البلاغۃ نے بمقتضائے صداقت و دیانت قطع و برید اور تحریف سے خالی نہیں چھوڑا۔ ابن میثم وہ تمام ارشاد نقل مطابق اصل کرتے ہیں۔ جن کو جامع نہج البلاغۃ (رضی) نے قطع و برید کر دیا اور بعض کتاب سے ایمان اور بعض کے ساتھ کفر کی یاد تازہ کی۔

وَذَكَرْتَ اَنِ اجْتَبٰى لَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَعْوَانًا اَيَّدَهُمْ بِهٖ فَكَانُوْا فِىْ مَنَازِلِهِمْ عِنْدَهٗ عَلٰى قَدْرِ فَضَائِلِهِمْ فِى الْاِسْلَامِ وَكَانَ اَفْضَلَهُمْ فِى الْاِسْلَامِ كَمَا زَعَمْتَ وَاَنْصَحَهُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ الْخَلِيْفَةُ الصِّدِّيْقُ وَخَلِيْفَةُ الْخَلِيْفَةِ الْفَارُوْقُ وَلَعَمْرِىْ اَنَّ مَكَانَهُمَا فِى الْاِسْلَامِ

لَعَظِيْمٌ وَاَنَّ الْمُصَابَ بِهِمَا لَجُرْحٌ فِي الْاِسْلَامِ شَدِيْدٌ يَرْحَمُهُمَا اللّٰهُ وَجَزَاهُمُ اللّٰهُ بِاَحْسَنِ مَا عَمِلَا۔

یعنی اے معاویہ تم یہ بیان کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معاون ومددگار مسلمانوں سے منتخب فرمائے اور ان کو حضور کے ساتھ تائید بخشی تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے مرتبوں میں وہی قدر رکھتے ہیں۔ جس قدر کہ اسلام میں ان کے فضائل ہیں۔ اور ان سب سے اسلام میں افضل اور سب سے اللہ اور اس کے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا سچا خیر خواہ خلیفہ صدیق (ابو بکر) اور حضور کے خلیفہ کے خلیفہ فاروق (عمر) ہیں۔ جیسا کہ تو خود تسلیم کرتا ہے اور مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ ان دونوں (خلیفوں) کا رتبہ اسلام میں بہت بڑا ہے اور ان دونوں کی وفات اسلام کے لئے ایک شدید زخم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت فرمائے اور ان کو اچھے اعمال کی جزا بخشے۔

(ابن ہیثم شرح نہج البلاغۃ مطبوعہ ایران صفحہ ۴۸۸، سطر ۵)

حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور ارشاد گرامی جو اپنے زمانہ خلافت میں آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مکتوب گرامی میں تصریح فرماتے ہیں۔

اِنَّهُ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا اَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ وَ عُثْمَانَ عَلٰى مَا بَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ اَنْ يَخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ اَنْ يَرُدَّ وَاِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى فَاِنْ خَرَجَ مِنْ اَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ اَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوْهُ اِلٰى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَاِنْ اَبٰى قَاتَلُوْهُ عَلَى اتِّبَاعِهِ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَلَّاهُ مَا تَوَلّٰى الخ (نہج البلاغۃ کتاب ۶)

یعنی میرے ساتھ انہی لوگوں نے بیعت کی ہے جن لوگوں نے ابو بکر (صدیق) اور عمر (فاروق) اور (سیدنا) عثمان کے ساتھ بیعت کی تھی۔ پس کسی حاضر کو یہ حق نہیں کہ میرے بغیر کسی دوسرے شخص کو خلیفہ بنائے اور نہ ہی کسی غائب کو یہ حق پہنچتا ہے کہ (ایسی خلافت) رد کرے اور مشورہ دینے کا حق بھی صرف مہاجرین اور انصار ہی کو ہے پس جس آدمی پر ان کا اتفاق اور اجماع ہو جائے اور اس کو امام و امیر کے نام سے موسوم کرلیں تو انہی کا اجماع اور امیر بنانا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا سے ہوتا ہے پس جو شخص بھی ان کے اجماعی فیصلہ پر طعن کرتے ہوئے یا کوئی نیا راستہ اختیار کرتے ہوئے اس سے الگ ہونا چاہے تو اس کو اسی اجماعی فیصلے کی طرف لوٹانے کی کوشش کرو۔ اور اگر واپس آنے سے انکار کرے تو اس کے خلاف اس بنا پر جنگ کرو۔ کہ اس نے مسلمانوں کے راستہ کے بغیر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرلیا ہے اور جس طرف اس کا منہ پھرا ہے اسی طرف اللہ نے اس کو جانے دیا ہے۔ (یعنی یہ نہ سمجھو کہ وہ کسی صحیح نظریہ کے تحت مسلمانوں سے الگ ہوا ہے)

اور ناسخ التواریخ جلد ۳ حصہ ۲ کی عبارت بھی ملاحظہ کریں:۔

خَطَبَهُ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ علیه السلام اَنَّکُمْ بَایَعْتُمُوْنِیْ عَلٰی مَا بُوْیِعَ عَلَیْهِ مَنْ کَانَ قَبْلِیْ وَاِنَّمَا الْخِیَارُ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ یُّبَایِعُوْا فَاِذَا بَایَعُوْا فَلَاخِیَارَلَهُمْ الخ۔

یعنی تم لوگوں نے میرے ہاتھ پر اسی بنا پر بیعت کی ہے جس بنا پر مجھ سے پہلے خلفاء کے ساتھ بیعت کی گئی تھی۔ اور جز ایں نیست کہ (یقیناً) لوگوں کو کوئی خلیفہ منتخب کرنے کا اختیار بیعت کرنے سے پہلے ہوتا ہے۔ پس جب وہ بیعت کرچکے تو پھر ان کو کوئی اختیار باقی نہیں کہ وہ کوئی دوسرا راہ اختیار

کریں۔

ان ارشادات گرامی پر کسی قسم کا تبصرہ اور اس کی تفسیر لکھنے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ خلافت کا انعقاد اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی احقیت خلافت اور مدلل طور پر اس کا ثبوت اور مہاجرین وانصار کے متفقہ فیصلے سے خلفائے راشدین کی خلافت کا ثابت ہونا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی خلافت کی احقیت پر خلفائے سابقین کی احقیت خلافت کو بطور دلیل پیش کرنا اور مہاجرین وانصار جس شخص کو امام وامیر بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضاء کے مطابق اس کا امام اور امیر ہونا اور حضرت علی المرتضیٰ کا یہ حکم دینا کہ جو ایسے امیر کی خلافت سے انکار کرے وہ واجب القتل ہے۔ یہ سب تصریحات اظہر من الشمس ہیں۔ اب ان تصریحات اور واضح اشارات کو غلط اور غیر ناشی عن دلیل احتمال اور نامعقول توجیہوں کے ساتھ بگاڑنے کی کوشش نہ فرمائی جائے ورنہ حسب تصریح صاحب کشف الغمہ حق سے روگردانی ہی ہوگی۔ اور آفتاب کو مکڑی کے جالے سے روپوش کرنے کی مثال زندہ ہوگی۔

اخلاق کا نادر نمونہ

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ اور عقیدہ جو خلفائے راشدین کے متعلق تھا۔ بہت کچھ واضح ہو چکا ہے۔ تاہم حضور کے ایک اور ارشاد کا بھی مطالعہ فرمالیں۔ نہج البلاغۃ خطبہ امیر علیہ السلام نمبر ۱۲۸

وَقَدْ شَاوَرَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الْخُرُوْجِ عَلٰى غَزْوَةِ الرُّوْمِ بِنَفْسِهِ (فَقَالَ) وَقَدْ تَوَكَّلَ اللّٰهُ لِاَهْلِ هٰذَا الدِّيْنِ بِاِعْزَازِ الْحَوْزَةِ وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ وَالَّذِىْ نَصَرَهُمْ وَهُمْ قَلِيْلٌ لَا يَنْتَصِرُوْنَ وَمَنَعَهُمْ وَهُمْ قَلِيْلٌ لَا يَمْتَنِعُوْنَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ اِنَّكَ مَتٰى تَسِرْ اِلٰى هٰذَا الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ وَتَلْقَاهُمْ بِشَخْصِكَ فَتُنْكَبْ لَاتَكُنْ لِلْمُسْلِمِيْنَ كَانِفَةٌ

دُوْنَ اَقْصٰی بِلَادِ هِمْ لَیْسَ بَعْدَكَ مَرْجِعٌ یَرْجِعُوْنَ اِلَیْهِ فَابْعَثْ اِلَیْهِمْ رَجُلاً مُجَرَّبًا وَاحْفِزْ مَعَهٗ اَهْلَ الْبَلَاءِ وَالنَّصِیْحَةِ فَاِنْ اَظْهَرَ اللّٰهُ فَذٰلِكَ مَاتُحِبُّ وَاِنْ تَكُنِ الْاُخْرٰی كُنْتَ رِدْءً لِلنَّاسِ مَثَابَةً لِلْمُسْلِمِیْنَ

یعنی امیر المومنین عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت امیر المومنین علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ) سے روم کے خلاف جہاد میں خود شریک ہونے کے متعلق مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ جواباً فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غلبہ دینے اور ان کی عزت کی حفاظت فرمانے کا کفیل اور ذمہ دار ہے۔ وہ ذات (جل جلالہ) جس نے مسلمانوں کو ایسی حالت میں فتح و نصرت عطا فرمائی ہے کہ مسلمان تعداد میں کم تھے (اور کمی کی وجہ سے) فتح حاصل نہیں کر سکتے تھے اور ان کے دشمنوں کو ایسی حالت میں ان سے رد فرمایا کہ یہ تھوڑے تھے اور خود رد نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ذات زندہ ہے فوت نہیں ہو گئی۔ آپ اگر بذات خود دشمن کی طرف جائیں اور بذات خود اس کے خلاف جنگ میں شرکت کریں اور ایسی حالت میں آپ شہید ہو جائیں تو پھر روئے زمین پر مسلمانوں کا کوئی آسرا اور ان کی کوئی جائے پناہ نہ ہو گی۔ آپ کے بعد ان کا کوئی ملجا و ماویٰ باقی نہ رہے گا۔ جس کی طرف مسلمان رجوع کر سکیں اور اس کے ساتھ پناہ لیں۔ آپ ایسا کریں کہ کوئی تجربہ کار آدمی دشمن کی طرف روانہ فرمائیں اور اس کے ساتھ جنگ آزمودہ لشکر بھیجیں۔ پس اگر اللہ نے فتح نصیب فرما دی تو آپ کا عین منشا یہی ہے اور اگر (خدانخواستہ) کوئی دوسری بات ہو گئی تو آپ کی ذات تو مسلمانوں کے ملجا و ماویٰ اور ان کے لئے آسرا اور جائے پناہ موجود ہو گی۔

ہے کوئی اہل تشیع کے مذہب میں نہج البلاغۃ سے زیادہ معتبر کتاب؟ جس کی

تصریحات پر اہل تشیع کا اطمینان ہو سکے۔ برادران وطن اچھی طرح حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات کا مطالعہ فرمالیں اور اس کے بعد اگر یہی ثابت ہو کہ جن ہستیوں کی خیر مولیٰ مرتضیٰ منا رہے ہیں۔ جن کو مسلمانوں کا ملجا و ماویٰ قرار دے رہے ہیں۔ جن کو مسلمانوں کا آسرا اور جائے پناہ بیان فرما رہے ہیں۔ جن کے بعد مسلمان بے آسرا و بے یار و مددگار یقین فرما رہے ہیں۔ تو ان کی خلافت راشدہ سے پھر انکار کیوں؟ ان کی شان اقدس میں سب و شتم کا کیا معنیٰ؟ ہاں اگر یہود و نصاریٰ ان کی شان اقدس میں سب و شتم کریں تو وہ دشمنان اسلام ہیں۔ ان کی سلطنتوں کو دولتِ فاروقی نے تباہ و برباد کیا۔ ان کے گرجوں کو مسجدوں کی شکل بخشی۔ ان کے آتش کدوں کو ٹھنڈا کیا۔ ان کی تمام ہیبت و دبدبے کو اسلام کی چوکھٹ کے سامنے سرنگوں فرمایا تو ان کا حق ہے مسلمان زادوں کو یہ حق کہاں سے پہنچتا ہے کہ شیر خدا کے نظریہ کے برعکس تاریخ عالم کے برخلاف صرف چند روزہ آزادی اور عشرت سے مست ہو کر اپنے بزرگوں اور پیشواؤں کا مذہب چھوڑ کر مقتدایان اسلام کے حق میں سب و شتم شروع کر دیں۔

ایک اور مثال

اہل عقل و دانش کے لئے اسی کتاب میں سے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور ارشاد بھی مطالعہ کے لئے پیش کرتا ہوں۔ نہج البلاغۃ خطبہ ۱۴۶

وَقَدْ اِسْتَشَارَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الشُّخُوْصِ لِقِتَالِ الْفُرْسِ بِنَفْسِهٖ (قَالَ) اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهٗ وَلَاخِذْ لَانُهٗ بِكَثْرَةٍ وَلَا بِقِلَّةٍ وَهُوَ دِيْنُ اللّٰهِ الَّذِىْ اَظْهَرَهٗ وَجُنْدُهُ الَّذِىْ اَعَدَّهٗ وَاَمَدَّهٗ حَتّٰى بَلَغَ مَابَلَغَ وَطَلَعَ حَيْثُ مَا طَلَعَ وَنَحْنُ عَلٰى مَوْعُوْدٍ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَاللّٰهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهٗ وَنَاصِرٌ جُنْدَهٗ وَمَكَانُ الْقَيِّمِ بِالْاَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ يَجْمَعُهٗ وَيَضُمُّهٗ فَاِنِ انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ

وَذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَا فِيرِهِ اَبَداً وَالْعَرَبُ الْيَوْمُ وَاِنْ كَانُوْا قَلِيْلاً فَاِنَّهُمْ كَثِيْرُوْنَ بِالْاِسْلَامِ عَزِيْزُوْنَ بِالْاِجْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْبًا وَاسْتَدِرِ الرَّحٰى بِالْعَرَبِ وَاَصْلِهِمْ دُوْنَكَ نَارَ الْحَرْبِ فَاِنَّكَ اِنْ شَخَصْتَ مِنْ هٰذَا الْاَرْضِ اِنْقَطَبَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ اَطْرَافِهَا وَاَقْطَارِهَا حَتّٰى يَكُوْنَ مَاتَدَعُ وَرَائَكَ مِنَ الْعَوْرَاتِ اَهَمَّ اِلَيْكَ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ اِنَّ الْاَعَاجِمَ اِنْ يَنْظُرُوْا اِلَيْكَ غَداً يَقُوْلُوْا هٰذَا اَصْلُ الْعَرَبِ فَاِذَا اقْتَطَعْتُمْ اِسْتَرَحْتُمْ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ اَشَدَّ لِكَلْبِهِمْ عَلَيْكَ وَطَمَعِهِمْ فِيْكَ۔ الخ

یعنی جب امیر المومنین عمر نے امیر المومنین علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے فارس کے خلاف جنگ میں بذات خود شریک ہونے کا مشورہ طلب فرمایا تو حضرت علی المرتضیٰ نے مشورہ دیا کہ مسلمانوں کی فتح و شکست کثرت و قلت افراد کی وجہ سے کبھی نہیں ہوئی۔ یہ اللہ کا دین ہے اس کو اللہ ہی نے غالب کیا ہے اور تیار فرمایا ہے اور اس کو امداد دی ہے۔ یہاں تک کہ جہاں اس دین نے پہنچنا تھا پہنچا اور جہاں تک اس نے چمکنا تھا چمکا اور ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے وعدے کے مطابق ہیں اور اس پر مقرر ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ شانہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کو فتح دینے والا ہے اور مسلمانوں کے امیر کا مرتبہ ایسا ہے جیسے تسبیح کا رشتہ ہوتا ہے جو اس کے دانوں کو اکٹھا اور اپنے اپنے مرتبے میں رکھتا ہے پس اگر وہ رشتہ ٹوٹ جائے تو پھر تمام دانے بکھر جاتے ہیں پھر وہ اکٹھے نہیں ہو سکتے اور اہل اسلام اگرچہ بہ نسبت دشمن کے کم ہیں مگر دولتِ اسلام کی وجہ سے زیادہ ہیں اور اپنے اجتماع کی وجہ سے غالب ہیں۔ آپ قطب بن کر ایک ہی جگہ رہیں اور لشکر اسلام کی چکی کو گھمائیں اور جنگ کی آگ کو اپنے ملک

سے دور رکھ کر دشمن تک پہنچائیں۔ اگر آپ بذات خود اس ملک عرب سے چلے گئے تو قبائل عرب (جو دبے ہوئے ہیں) ہر طرف سے ٹوٹ پڑیں گے۔ پھر مسلمانوں کی عزت وناموس کی حفاظت آپ کو فارس کے خلاف جہاد کرنے سے زیادہ اہم محسوس ہوگی (اور) عجمی لوگ جب آپ کو میدان جنگ میں کل دیکھیں گے تو یہی کہیں گے کہ عرب کا سردار یہی ہے اسی کو ختم کردو تو پھر خیر ہی خیر ہے پھر یہ بات دشمن کو آپ کے خلاف جنگ کرنے میں سخت حریص کردے گی۔ اور آپ کے خلاف لڑنے میں ان کے طمع کو بڑھائے گی۔

مسلمان بھائیو! اور نہیں تو اتنا کم از کم سوچو کہ اس قسم کے مشورے دوست اور خیر خواہ دیا اور لیا کرتے ہیں یا دشمن؟ اور لفظ "قیم بالامر" پر غور کرو جس کا صاف معنی "امیر المومنین" ہے جو حضرت علی، حضرت عمر کے حق میں فرمارہے ہیں۔

تو پھر شور کیسا؟

اب یہ شور کہ وہ مستحق خلافت نہیں تھے وغیرہ وغیرہ تو اس بات کا قطعی علم آج کل کے ذاکرین شیعہ کو زیادہ ہو سکتا ہے یا جناب مرتضیٰ کو؟ کم از کم یہ خیال کرنا چاہئے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے حالات کو بچشم خود ملاحظہ فرمانے والے تھے۔ ان کے طرز عمل کو ہر وقت محسوس کرتے تھے اور یہ زمانہ کتنا بعید تر ہے تو بہر صورت عینی شاہد کا بیان ہی قابل قبول ہو سکتا ہے۔ اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب "ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۳۹۵) میں بھی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد موجود ہے اور حضور کے یہ جملے کہ "وَنَحْنُ عَلٰی مَوْعُوْدٍ مِنَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ" (اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہمارے ساتھ غلبہ کا وعدہ کیا گیا ہے) الخ۔ ان کے معنی اور تفسیر میں صاحب ناسخ التواریخ لکھتا ہے۔

واینک ما بر وعدہ خداوند ایستادہ ایم چہ مومناں را وعدہ نہاد کہ در ارض خلیفتی

دہد۔ چنانچہ پیشینان را و دین ایشاں را استوار دارد و خوف ایشاں را مبدل بایمنی فرماید تا برھمہ ادیان غلبہ جوید و خداوند بوعدہ وفا کند و لشکر خود را نصرت دہد ہمانا فرمان گزار امور رشتہ راماند کہ مہرہا بدو پیوستہ شدند الخ

یعنی اس وقت ہم اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر کھڑے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ زمین میں ان کو اپنے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے خلیفے بنائے گا۔ اس طرح جیسا کہ پہلے پیغمبروں کے خلیفے بنائے گئے اور ان کے دین کو تمکنت اور پختگی دے گا۔ ان کے خوف کے بعد اس کے بدلے انہیں امن دے گا۔ تاکہ مذاہب عالم پر غلبہ تلاش کریں اور اللہ تعالیٰ وعدہ کو وفا کرتا ہے اور اپنے لشکر کو فتح و نصرت دیتا ہے جبکہ امر کرنے والے (امیر المومنین) ایسے رشتہ (لڑی) کی مثال ہیں جس کے ساتھ دانے پیوستہ ہیں۔ الخ

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر مقرر ہوئے ہیں۔ صاحب ناسخ التواریخ اسی طرح باقی شراح نہج البلاغۃ حضور کے ان جملوں کی تفسیر میں تصریح کرتے ہیں کہ حضور نے اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ط

تم میں سے مومنین اور صالحین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ان کو زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلے پیغمبروں کے صحابہ کو خلیفہ بنایا تھا اور اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ ان کے لئے ان کے

اس دین کو استحکام و تمکنت بخشے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ان کے خوف کو امن و سلامتی کے ساتھ بدلے گا۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے اور ان تمام باتوں کے بعد جو انکار اور کفر کریں گے۔ تو وہی فاسق ہوں گے۔

حضرت شیر خدا کے ان جملوں کا مطلب کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر قائم ہوئے ہیں اور مقرر ہوئے ہیں۔ اسی آیت وعدہ یعنی آیت استخلاف (خلیفے مقرر کرنے والی آیت) کے ترجمہ کو پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ اہل تشیع کا مجتہد اعظم علامہ ابن میثم شرح کبیر نہج البلاغۃ (صفحہ ۳۰۷ مطبوعہ ایران) میں انہی ارشادات مرتضوی کی شرح و تفسیر میں تصریح کرتا ہے۔

وَیُوْعِدُ اللّٰهُ تَعَالٰی الْمُسْلِمِیْنَ بِالْاِسْتِخْلَافِ فِی الْاَرْضِ وَتَمْکِیْنِ دِیْنِهِمُ الَّذِیْ ارْتَضٰی لَهُمْ وَتَبْدِیْلِهِمْ بَخَوْفِهِمْ اَمْنًا کَمَا هُوْ مُقْتَضٰی الْاٰیَةِ۔ ۱۲

یعنی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد کہ نحن علی موعود من اللہ (ہم اللہ کی طرف سے وعدے پر ہیں) دین مقدس اور لشکر اسلام کی فتح مندی کے اسباب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور اعانت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئے گئے وعدہ کو بیان فرما رہے ہیں جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے بعد زمین پر خلیفہ بنانے اور ان کے اس دین کو جس سے وہ راضی ہوا تمکنت اور استقلال بخشنے اور ان کے خوف کو امن کے ساتھ بدلنے کے متعلق فرمایا ہے جیسا کہ آیت کریمہ کا مقتضی ہے۔

خلافت فاروق بزبان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

بہر صورت تمام شراح نہج البلاغۃ یہی تصریح کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے امیر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو اسی آیت استخلاف کے

ساتھ برحق ثابت کیا ہے اور ان کے زمانہ خلافت کو اور ان کے دین کو اسی آیت کریمہ کے مقتضی سے بیان فرمایا کہ وہ برحق ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہے واقعات بھی اسی امر کے موید ہیں۔ کہ وہ زمانہ جو جزیرۂ عرب میں بھی مخالف قبائل کی آئے دن فتنہ پردازیوں اور خطرناک سازشوں سے سخت پریشانی اور بے چینی کا زمانہ یقین کیا جاتا تھا اور ہر وقت ان کی طرف سے خوف و خطر مسلمانوں کو لاحق تھا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں تمام جزیرہ عرب کو یہود و نصاریٰ سے پاک کیا گیا اور تمام مخالف عنصر یا حلقہ بگوش اسلام ہوا یا ختم ہو گیا۔ اور اسلام کی سلطنت نے بہت بڑی (زیادہ) وسعت اختیار کی۔ سلطنت ایران جیسی بارعب اور پرہیبت حکومت نے اسلام کی چوکھٹ کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ تقریباً افریقہ، مصر، شام، عراق، خراسان اور باقی تمام قبائلی علاقے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اور یوں مسلمانوں کا خوف امن کے ساتھ متبدل (تبدیل) ہوا۔ اور یہ تمام تر آیت کریمہ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم الخ الآیۃ۔ کے حرف بحرف مطابق ہوا۔ میرے خیال میں اس آیت کریمہ سے زیادہ احقیت خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اور کون سی دلیل ہو سکتی ہے۔ یہ غصب خلافت کے بے بنیاد دعوے حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی تصریحات اور آئمہ کرام کی توضیحات اور ان کے طرز عمل کے مقابلے میں کیا وقعت رکھتے ہیں۔

غصب یا رضا

آئیے! اب ہم آپ کو حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا کھلا فیصلہ سنائیں جس کو اہل تشیع کے مجتہد اعظم یعنی صاحب ناسخ التواریخ نے اپنی کتاب ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۵۱۹ میں درج کیا ہے۔

اگر ابو بکر و عمر سزاوار نہ بودند چگونہ بیعت کردی واطاعت فرمودی واگر لائق بودند من ازشاں فروتر نیستم چناں باش از برائے من کہ از برائے ایشاں بودی۔

فَقَالَ عَلِیٌّ علیه السلام

اَمَّا الْفِرْقَةُ فَمَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ اَفْتَحَ لَهَا بَابًا وَاُسْهِلَ اِلَيْهَا سَبِيْلاً وَلٰكِنِّی اَنْهٰكَ عَمَّا يَنْهَاكَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ عَنْهُ وَاَهْدِيْكَ اِلٰی رُشْدِكَ وَاَمَّا عَتِيْقٌ وَابْنُ الْخَطَّابِ فَاِنْ كَانَا اَخَذَا مَاجَعَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِیْ فَاَنْتَ اَعْلَمُ بِذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُوْنَ وَمَالِیْ وَلِهٰذَا الْاَمْرِوَقَدْ تَرَكْتُهٗ مُنْذُحِيْنٍ فَاِمَّا اَنْ لَايَكُوْنَ حَقِّیْ بَلِ الْمُسْلِمُوْنَ فِيْهِ شَرْعٌ فَقَدْ اَصَابَ السَّهْمُ السُّغْرَةَ وَاِمَّا اَنْ يَكُوْنَ حَقِّیْ دُوْنَهُمْ فَقَدْ تَرَكْتُ لَهُمْ طِبْتُ نَفْسًا وَنَفَضْتُ يَدِیْ عَنْهُ اِسْتِصْلَاحًا۔

یعنی (حضرت امیر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا) کہ اگر ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خلافت کے مستحق نہ تھے تو آپ نے ان کی بیعت کس طرح کی اور ان کی فرمانبرداری کیوں کرتے رہے؟ اور اگر مستحق خلافت تھے تو میں ان سے کم نہیں ہوں۔ میرے ساتھ آپ اس طرح ہو کر رہیں جیسا کہ ان کے زمانے میں ان کے ساتھ رہے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ تفرقہ اندازی؟ تو اللہ تعالیٰ مجھے اس بات سے بچائے کہ میں تفرقہ اندازی کا دروازہ کھولوں یا فتنہ کا راستہ آسان کروں۔ میں آپ کو صرف اس چیز سے منع کرتا ہوں۔ جس چیز سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے اور میں آپ کو رشد و ہدایت دکھاتا ہوں۔ لیکن (باقی رہا) ابو بکر صدیق اور عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا معاملہ تو اگر انہوں نے اس چیز کو مجھ سے غصب کیا ہوتا جس کو رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے مختص فرمایا تھا تو آپ اور باقی لوگ اس کو زیادہ جانتے ہوتے اور مجھے اس خلافت کے ساتھ واسطہ ہی کیا

ہے حالانکہ میں نے تو خلافت کے خیال کو ذہن سے نکال دیا ہوا ہے۔ پس خلافت کے متعلق دو ہی احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ حضور ﷺ کے بعد خلافت صرف میرا حق نہ تھا۔ بلکہ سارے صحابہ مساوی طور پر اس میں حق دار تھے۔ تو اس صورت میں جس کا حق تھا اس کو مل گئی اور حق بحق دار رسید۔ دوسری یہ صورت تھی کہ خلافت صرف میرا حق تھا اور باقی کسی کا حق نہ تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے اپنی خوشی اور رضا کے ساتھ اور بطیب خاطر ان کو بخش دیا تھا اور صلح صفائی کے ساتھ ان کے حق میں دست بردار ہو گیا تھا۔

لیجئے صاحب!! یہ ہے مولیٰ مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حتمی اور قطعی فیصلہ۔ اب مولا مشکل کشا تو فرمائیں کہ اگر صرف میرا حق تھا تو میں نے صلح و صفائی کے ساتھ اور خوشی اور رضا کے ساتھ امر خلافت ان کو بخش دیا اور ان کے حق میں دست بردار ہو گیا۔ اور آج کل کے ذاکروں کا یہ (ٹوں ٹوں) کہ حیدر کرار شیر خدا سے صحابہ کرام نے خلافت چھین لی، غصب کر لی۔ اب انصاف سے کہیے کہ کس کو صحیح اور درست مانا جائے۔ ذاکر لوگ اپنی لمبی لمبی اذانوں میں وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلافصل اور خدا جانے کیا کیا کلمات گانٹھتے چلے جاتے ہیں۔ کیا اس سے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی صاف صاف تکذیب لازم نہیں آتی۔ منبروں پر چڑھ کر شیر خدا کو جھٹلانا، ان کی تکذیب کرنا کس محبت اور تولیٰ کا تقاضا ہے۔ اگر یہی محبت ہے تو دشمنی کس کو کہتے ہیں؟ اگر زحمت نہ ہو تو وصیت کے بارے میں بھی ایک دو روایتیں ملاحظہ فرمالیجئے۔

خلافت علی کی وصیت

روحِ کون و مکاں حضور اکرم ﷺ نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے متعلق ہرگز ہرگز وصیت نہیں فرمائی۔ اس کے ثبوت کے لئے شیعہ کی معتبر ترین کتاب تلخیص الشافی مطبوعہ نجف اشرف مصنفہ (شیعوں کے) محقق

طوسی امام الطائفہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۳۔

وَقَدْ رُوِیَ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ وَالْحَکِیْمِ عَنْ عَلِیِّ اِبْنِ اَبِیْ طَالِبٍ علیه السّلام اَنَّهٗ قِیْلَ لَهٗ اَلاَ تُوْصِیْ؟ قَالَ مَا اَوْصٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ) فَاُوْصِیَ وَلٰکِنْ قَالَ اِنْ اَرَادَاللّٰهُ خَیْرًا فَیَجْمَعُهُمْ عَلٰی خَیْرِهِمْ بَعْدَ نَبِیِّهِمْ۔ الخ

یعنی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے آخری وقت میں عرض کیا گیا کہ حضور اپنے قائم مقام کے لئے وصیت کیوں نہیں فرماتے؟ جواب میں فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے (جب) وصیت نہیں (کی) تو میں کیسے وصیت کروں۔ البتہ حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا ارادہ فرمایا تو میرے صحابہ کا اجماع میرے بعد ان میں سب سے اچھے آدمی پر ہو جائے گا۔

اسی طرح ایک اور روایت بھی ملاحظہ ہو (یہی کتاب اسی صفحہ پر)

رَوٰی صَعْصَعَةُ بْنُ صَوْحَانَ اَنَّ ابْنَ مُلْجِمٍ لَعَنَهُ اللّٰهُ لَمَّا ضَرَبَ عَلِیًّا علیه السّلام دَخَلْنَا عَلَیْهِ فَقُلْنَا یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِسْتَخْلِفْ عَلَیْنَا قَالَ لَا فَاِنَّا دَخَلْنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ علیه وعلٰی آله وسلم حِیْنَ ثَقُلَ فَقُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْتَخْلِفْ عَلَیْنَا فَقَالَ لَا اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ تَتَفَرَّقُوْا کَمَا تَفَرَّقَتْ بَنُوْا اِسْرَائِیْلَ عَنْ هَارُوْنَ وَلٰکِنْ اِنْ یَعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ خَیْرًا اِخْتَارَ کُمْ

یعنی صعصعہ بن صوحان روایت کرتے ہیں کہ جب ابن ملجم ملعون نے حضرت علی علیہ السلام کو زخمی کیا تو ہم حضرت شیر خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور اپنا خلیفہ مقرر فرمائیں تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا

مرض جب زیادہ ہو گیا تو ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے لئے کوئی اپنا خلیفہ مقرر فرمائیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں خلیفہ مقرر کردوں تو تم اختلاف کرو گے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل نے ہارون کے متعلق اختلاف کیا تھا لیکن یہ یقین رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں بہتری دیکھی تو تمہارے لئے خود ہی بہتر خلیفہ مقرر کردے گا۔

ایک اور روایت بھی سن لیں صفحہ ۱۷۱ (یہی کتاب)

وَفِی الْخَبَرِ الْمَرْوِیِّ عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ علیہ السّلام لَمَّا قِیْلَ لَهٗ اَلَاتُوْصِیْ؟ فَقَالَ مَا اَوْصٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاُوْصِیْ وَلٰکِنْ اِذَا اَرَادَاللّٰهُ بِالنَّاسِ خَیْراً اِسْتَجْمَعَهُمْ عَلٰی خَیْرٍ کَمَا جَمَعَهُمْ بَعْدَ نَبِیِّهِمْ عَلٰی خَیْرِهِمْ۔ (وکذا فی الشافی ص ۱۷۱)

یعنی حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی گئی کہ حضور آپ وصیت کیوں نہیں فرماتے؟ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے وصیت نہیں فرمائی تھی تو میں کیسے وصیت کروں لیکن جب اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے گا تو ان کو ان میں سے جو اچھا ہے اس پر اتفاق بخشے گا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد لوگوں میں سے جو اچھا تھا۔ اسی پر اجماع اور اتفاق بخشا تھا۔

یہی روایات شیعوں کے علم الہدیٰ نے اپنی کتاب شافی مطبوعہ نجف اشرف ص ۱۷۱ میں لکھی۔ اسی طرح ایک اور روایت بھی مطالعہ کیجئے! اسی صفحہ ۱۷۱ پر ہے۔

وَالْمَرْوِیُّ عَنِ الْعَبَّاسِ اَنَّهٗ خَاطَبَ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ مَرَضِ النَّبِیِّ (ﷺ) اَنْ یَسْاَلَ عَنِ الْقَائِمِ بِالْاَمْرِ بَعْدَهٗ وَاَنَّهٗ امْتَنَعَ مِنْ ذٰلِكَ خَوْفًا اَنْ یَصْرِفَهٗ عَنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ فَلَا یَعُوْدُ اِلَیْهِمْ اَبَداً

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی مرض کی حالت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ حضور سے پوچھ لیں کہ حضور ﷺ کے بعد کون امیر المومنین ہوگا تو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس خوف سے نہ پوچھا کہ حضور ﷺ اپنی اہل بیت سے امیر المومنین نہ بنائیں گے (اور اس تصریح کی وجہ سے) پھر کبھی اہل بیت میں خلافت آ بھی نہ سکے گی۔

حضرت علی کا جواب

ملاحظہ فرمالیا آپ نے یہ ہیں وصیت اور خلافت بلافصل کے متعلق نصوص قطعیہ جن کی تکذیب کو نہ ختم ہونے والی اذانوں میں بیان کیا جاتا ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور فرمان بھی پڑھ لیجئے جو نہج البلاغۃ خطبہ ۵ میں درج ہے۔ جس میں درج ہے کہ حضرت عباس اور ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خدمت میں حضور اکرم ﷺ کی وفات کے دن حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ آپ کے ساتھ ہم خلافت کی بیعت کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں مولا علی نے فرمایا:

اَیُّهَا النَّاسُ شُقُّوْا اَمْوَاجَ الْفِتَنِ بِسُفُنِ النَّجَاةِ وَعَرِّجُوْا عَنْ طَرِیْقِ الْمُنَافَرَةِ وَضَعُوْا تِیْجَانَ الْمُفَاخَرَةِ اَفْلَحَ مَنْ نَهَضَ بِجَنَاحٍ اَوِاسْتَسْلَمَ فَاَرَاحَ (اَلْاِسْتِخْلَافُ) مَاءٌ آجِنٌ وَلُقْمَةٌ یَغَصُّ بِهَا اٰكِلُهَا وَمُجْتَنِی الثَّمَرَةِ بِغَیْرِ وَقْتِ اِیْنَاعِهَا وَكَالزَّارِعِ بِغَیْرِ اَرْضِهِ فَاِنْ اَقُلْ یَقُوْلُوْا حَرِصَ عَلَى الْمُلْكِ وَاِنْ اَسْكُتْ یَقُوْلُوْا جَزِعَ مِنَ الْمَوْتِ هَیْهَاتَ بَعْدَ اللَّتَیَّا وَالَّتِیْ وَاللّٰهِ لَاِبْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اٰنَسُ بِالْمَوْتِ مِنَ الطِّفْلِ بِثَدْیِ اُمِّهٖ۔

لوگو! تم فتنوں کی موجوں کو نجات کی کشتیوں کے ذریعے طے کرو اور

منافرت و مخالفت کے طریقے چھوڑ دو۔ تکبر کے تاجوں کو پھینک دو۔ جو
شخص بال و پر کے ساتھ بلند ہوا۔ وہ فلاح پا چکا، یا جس نے اطاعت کر لی،
اس نے امن و امان حاصل کر لیا۔ مجھے خلیفہ بنانے کی پیشکش ایک مکدر پانی
کی طرح ہے یا ایسا لقمہ ہے جو کھانے والے کے گلے میں پھنس جائے
میرے خلیفہ بننے کا سوال ایسا ہے جیسے کوئی کچے پھل کو قبل از وقت توڑ
لے یا جیسے کوئی دوسرے کی زمین میں کھیتی باڑی کرنے لگے۔ پس اگر میں
تمہارے کہنے کے مطابق خلافت کا دعویٰ کر دوں تو فتنہ باز لوگ کہیں
گے کہ اس نے ملک کے لئے لالچ کیا ہے اور اگر چپ رہوں۔ تو یہی لوگ
کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا۔ حالانکہ موت کا خوف وغیرہ میری شان
سے کس قدر بعید ہے۔ اللہ کی قسم علی ابن ابی طالب موت کو اپنی ماں کے
دودھ کی طرف رغبت کرنے والے بچے سے بھی زیادہ پسند کرتا ہے۔

...ں روایت نے بیعت میں توقف کرنے کا تخمینہ بھی اڑا دیا۔

اس خطبے کو خلط ملط کرنے کے لئے شیعوں کے مجتہد اعظم نے انتہائی کوشش کی
ہے مگر شیر خدا کا یہ واضح ارشاد نہیں چھپ سکا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی
...افت حضور ﷺ کے بعد قبل از وقت کچے پھل توڑنے والے شخص کے مشابہ اور
...ں دوسرے شخص کی زمین میں کھیتی باڑی شروع کر دینے والے کی مثل صرف اسی
...ورت میں ہی متصور ہو سکتی ہے کہ ابھی ان کی خلافت کا زمانہ نہیں آیا۔ اور ابھی وہ
...افت کے حق دار نہیں ہوئے اور ڈر کی وجہ سے بھی بیعت کرنا واضح ہو گیا۔ کہ شیر
...ا قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ میں موت سے نہیں ڈر سکتا۔ خدا کے شیر کی شان میں
...ب اور خطبہ اسی نہج البلاغۃ کا ملاحظہ فرماویں۔

اَتَرَانِیْ اَکْذِبُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ (ﷺ) وَاللّٰهِ لَاَنَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهٗ
فَلَا اَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ کَذَبَ عَلَیْهِ فَنَظَرْتُ فِیْ اَمْرِیْ فَاِذَا اِطَاعَتِیْ قَدْ

سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ وَاِذَا الْمِیْثَاقُ فِیْ عُنُقِیْ لِغَیْرِیْ

یعنی تم میرے متعلق یہ گمان کرتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولوں۔ خدا کی قسم سب سے پہلے میں نے رسول اللہ کی تصدیق کی تھی۔ تو سب سے پہلے حضور ﷺ کو جھٹلانے والا میں نہیں ہو سکتا۔ میں نے اپنی خلافت کے بارے میں خوب سوچ سمجھ لیا ہے پس میرے لئے اطاعت کرنا اس بات پر سبقت لے چکا ہے کہ میں لوگوں کو بیعت کرنا شروع کر دوں۔ جبکہ حضور ﷺ کا وعدہ دوسروں کی اطاعت کا میرے ذمہ لگ چکا ہے۔

بیعت صدیق کا وعدہ

اسی خطبہ کی شرح میں اہل تشیع کے علامہ ابن میثم صفحہ ۱۵۸ پر رقمطراز ہیں۔

فَنَظَرْتُ فَاِذَا طَاعَتِیْ قَدْسَبَقَتْ بَیْعَتِیْ اَیْ طَاعَتِیْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ فِیْ مَا اَمَرَنِیْ بِہٖ مِنْ تَرْکِ الْقِتَالِ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ لِلْقَوْمِ فَلَا سَبِیْلَ اِلَی الْاِمْتِنَاعِ مِنْھَا وَ قَوْلُہٗ اِذَا الْمِیْثَاقُ فِیْ عُنُقِیْ لِغَیْرِیْ اَیْ مِیْثَاقُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَعَھْدُہٗ اِلَیَّ بِعَدْمِ الْمُشَاقَۃِ وَقِیْلَ الْمِیْثَاقُ مَالَزِمَہٗ مِنْ بَیْعَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ بَعْدَ اِیْقَاعِھَا اَیْ فَمِیْثَاقُ الْقَوْمِ قَدْ لَزِمَنِیْ فَلَمْ یُمْکِنِّیْ الْمُخَالَفَۃُ بَعْدَہٗ

جس بارہ میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے امر فرمایا تھا کہ میں حضور ﷺ کے صحابہ کی مخالفت نہ کروں۔ مجھے حضور ﷺ کی اطاعت، اس قوم کے ساتھ بیعت کرنے سے پہلے ہی سے واجب ہو چکی تھی۔ تو مجھے ان کے ساتھ بیعت نہ کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی اور حضرت علی کا یہ فرمانا کہ میرے ذمہ دوسروں کی اطاعت کا وعدہ پہلے ہی سے لگ چکا تھا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ حضور ﷺ نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں حضور ﷺ کے عہد کی مخالفت نہ کروں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے ساتھ بیعت کرنے کا وعدہ رسول اللہ ﷺ نے لیا تھا۔ تو اس لازم شدہ وعدہ کے بعد تو میرے لئے ممکن نہ تھا کہ میں ان کی مخالفت کروں۔

اب یہ کہنا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے صرف ہاتھ سے بیعت کی تھی۔ دل سے نہیں کی۔ کس قدر لغو اور بے معنی تاویل ہے کیونکہ اس کا تو یہی معنی ہوگا کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور وعدہ کا ایفاء (معاذ اللہ) دل سے نہیں کیا تو اس سے زیادہ بھی کوئی کفر ہو سکتا ہے؟ کہ شیر خدا کے متعلق اس قسم کے اتہامات گھڑے جاویں اور یہ کہنا کہ شیر خدا نے ڈر کر بیعت کی تھی۔ کس قدر بیہودہ گوئی ہے۔ شیر خدا قسم اٹھا کر کہیں کہ میں نہیں ڈر سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے۔ وَلَاتَخَافُوْ هُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (القرآن) یعنی اگر تم مومن ہو تو اللہ کے بغیر کسی سے نہ ڈرو۔ اور حضرت علی فرماویں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان و حکم اور وعدہ کے تحت ان کی اطاعت اور ان کے ساتھ بیعت کر رہا ہوں۔ اور اس کے مقابل میں اس قسم کے ٹوٹکے اور تخمینے شیر خدا کی شیری اور دلیری کو چھپانے کی غرض سے پیش کئے جاویں۔ تو میں حیران ہوں کہ باوجود اس کے دعویٰ محبت و تولی کس نظریہ کے تحت ہے؟ اگر تھوڑی دیر کیلئے ہم تسلیم بھی کر لیں کہ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے صرف ہاتھ سے بیعت کی تھی اور دل سے نہیں کی تھی تو اس کا جواب بھی حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی کلام فیض انجام سے سن لیں۔ دیکھئے نہج البلاغۃ خطبہ ۱۰ و ناسخ التواریخ جلد ۳ کتاب ۲ صفحہ ۴۸،۳۳۔

يَزْعَمُ اَنَّهُ قَدْ بَايَعَ بِيَدِهٖ وَلَمْ يُبَايِعْ بِقَلْبِهٖ فَقَدْ اَقَرَّ بِالْبَيْعَةِ وَادَّعَى الْوَلِيْجَةَ فَلْيَاتِ عَلَيْهَا بِاَمْرٍ يُعْرَفُ وَ اِلَّا فَلْيَدْخُلْ فِيْ مَا خَرَجَ مِنْهُ الخ

یعنی زبیر یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے میرے ساتھ دل سے بیعت نہیں کی تو یقیناً بیعت کا تو اقرار کیا اور بیعت کرنے والوں کے زمرہ میں داخل ہو گیا۔ پس چاہئے کہ اس پر کوئی ایسی بات پیش کرے جس سے پہچانا جا سکے۔ الخ

سن لیا حضرات! صرف ہاتھ سے بیعت کرنے کی حقیقت۔ اگر شیر خدا
نزدیک ہاتھ سے بیعت کرنا اور دل سے نہ کرنا بیعت کے حکم میں نہ ہوتا تو حضرت ز
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "وادعی الولیجہ" کیوں فرماتے؟ اور اقر بالبیعت کا حکم کیو
لگاتے؟ (یعنی بیعت کنندگان کے زمرہ میں داخل ہونے کا اس نے دعویٰ کر لیا
بیعت کرنے کا اقرار کر لیا)

خلفاء ثلاثہ بزبان حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم

کتاب معانی الاخبار صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ ایران مصنفہ ابن بابویہ قمی کا بھی مطال
فرمائیں کیونکہ یہ کتاب بھی مذہب اہل تشیع میں ان کی مایہ ءناز ہے اور ان کے نزدیک
بے حد معتبر ہے۔

عن الحسن ابن علی (رضی اللہ عنہما) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اَبَابَکْرٍ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَاِنَّ عُمَرَ
مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ الْبَصَرِ وَاِنَّ عُثْمَانَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ الْفُؤَادِ۔

(وکذا فی تفسیر الامام الحسن العسکری)

یعنی امام عالی مقام سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور
اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ابو بکر بمنزلہ میرے سمع مبارک
کے ہے (ابو بکر میرے کان ہیں) عمر بمنزلہ میری آنکھ مقدس کے ہے
(عمر میری آنکھ ہے) اور عثمان بمنزلہ میرے دل منور کے ہے (عثمان میرا
دل ہے) (اسی طرح امام حسن عسکری کی اپنی تفسیر میں ہے)

اب امام عالی مقام امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرمانے والے ہوں اور
پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام ان مقدس اور منور ہستیوں کو اپنے سمع مبارک، بصر
مقدس اور دل منور کی منزلت بخشیں تو ان مقدس ہستیوں کی شانِ اقدس میں سب و
شتم براہ راست رسول خدا کی شان اقدس میں سب و شتم نہیں؟ اور ان کا ادب و احترام

ور ان کی محبت براہ راست رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب و احترام اور حضور
ﷺ کی محبت نہیں؟ کچھ تو سوچو۔

اقعہ ہجرت

چونکہ اہل تشیع ائمہ طاہرین کی اس قسم کی تصریحات کو دیکھ کر ہمیشہ سرے سے
کار کے عادی ہیں اور پھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ ائمہ طاہرین سے یہ روایت ثابت
ہیں۔ اس لئے امام عالی مقام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور روایت بطور
ونہ لفظ بلفظ لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کتاب بھی امام صاحب کی اپنی تفسیر چھپی
دئی بھی ایران کی۔ یعنی تفسیر حسن عسکری مطبوعہ ایران صفحہ ۱۶۴، ۱۶۵

هٰذَا وَصِيَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِكُلِّ اَصْحَابِهٖ وَاُمَّتِهٖ حِيْنَ صَارَ اِلَى الْغَارِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَوْحٰى اِلَيْهِ يَا مُحَمَّدُ اَنَّ الْعُلَى الْاَعْلٰى يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ لَكَ اِنَّ اَبَاجَهْلٍ وَالْمَلَأَ مِنْ قُرَيْشٍ دَبَّرُوْا عَلَيْكَ يُرِيْدُوْنَ قَتْلَكَ وَاَمَرَاَنْ تُبَيِّتَ عَلِيًّا وَقَالَ لَكَ مَنْزِلَتُهٗ مَنْزِلَةَ اِسْحَاقَ الذَّبِيْحِ ابْنِ اِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلِ يَجْعَلُ نَفْسَهٗ لِنَفْسِكَ فِدَاءً وَرُوْحَهٗ بِرُوْحِكَ وِقَاءً وَاَمَرَكَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَابَكْرٍ فَاِنَّهٗ اِنْ آنَسَكَ وَسَعَدَكَ وآزَرَكَ وَثَبَتَ عَلٰى مَا يَتَعَهَّدُكَ يُعَاقِدُكَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ وَ فِيْ غُرُفَاتِهَا مِنْ خُلَصَائِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِعَلِيٍّ اَرَضِيْتَ اَنْ اُطْلَبَ فَلَا اُوْجَدَ وَتُطْلَبَ فَتُوْجَدَ فَلَعَلَّهٗ اَنْ يُّبَادِرَ اِلَيْكَ الْجُهَّالُ فَيَقْتُلُوْكَ قَالَ بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَضِيْتُ اَنْ يَّكُوْنَ رُوْحِيْ لِرُوْحِكَ وِقَاءً وَنَفْسِيْ لِنَفْسِكَ فِدَاءً بَلْ رَضِيْتُ اَنْ يَّكُوْنَ رُوْحِيْ وَنَفْسِيْ فِدَاءً لَكَ اَوْ قَرِيْبٍ (لِقَرِيْبٍ) مِنْكَ (اَوْ) لِبَعْضِ الْحَيَوَانَاتِ تَمْتَحِنُهَا وَهَلْ اُحِبُّ الْحَيٰوةَ اِلَّا لِتَصَرُّفٍ بَيْنَ اَمْرِكَ وَنَهْيِكَ وَنُصْرَةِ اَصْفِيَاءِ كَ

وَمُجَاهَدَةِ اَعْدَائِكَ وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَمَا اُحِبُّ اَنْ اَعِيْشَ فِي الدُّنْيَا سَاعَةً وَّاحِدَةً فَقَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَأْسَهٗ فَقَالَ لَهٗ يَا اَبَا الْحَسَنِ قَدْ قَرَأَ عَلَيَّ كَلَامَكَ هٰذَا الْمُوَكَّلُوْنَ بِاللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَقَرَؤُوْا عَلَيَّ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ لَكَ مِنْ ثَوَابِهٖ فِي دَارِ الْقَرَارِ مَالَمْ يَسْمَعْ بِمِثْلٍ (بِمِثْلِهٖ) السَّامِعُوْنَ وَلَا رَاٰى مِثْلَهُ الرَّاؤُوْنَ وَلَا خَطَرَ بِبَالِ الْمُفَكِّرِيْنَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِاَبِيْ بَكْرٍ اَرَضِيْتَ اَنْ تَكُوْنَ مَعِيْ يَا اَبَابَكْرٍ تُطْلَبُ كَمَا اُطْلَبُ وَتُعْرَفُ بِاَنَّكَ اَنْتَ الَّذِيْ تَحْمِلُنِيْ عَلٰى مَا اَدَّعِيْهِ فَتَحْمِلَ عَنِّيْ اَنْوَاعَ الْعَذَابِ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَّا اَنَا لَوْ عِشْتُ عُمْرَ الدُّنْيَا اُعَذَّبُ فِيْ جَمِيْعِهَا اَشَدَّ عَذَابًا لَا يَنْزِلُ عَلَيَّ مَوْتٌ صَرِيْحٌ وَلَا فَرَحٌ مِنْحٌ (مُرِيْحٌ) وَكَانَ ذٰلِكَ فِيْ مَحَبَّتِكَ لَكَانَ ذٰلِكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَتَنَعَّمَ فِيْهَا وَاَنَا مَالِكٌ لِجَمِيْعِ مَمَالِكِ مُلُوْكِهَا فِيْ مُخَالَفَتِكَ وَهَلْ اَنَا وَمَالِيْ وَوَلَدِيْ اِلَّا فِدَاءَكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَاجَرَمَ اِنَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى قَلْبِكَ وَوَجَدَ مُوَافِقًا لِمَا جَرٰى عَلٰى لِسَانِكَ جَعَلَكَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّاسِ مِنَ الْجَسَدِ وَبِمَنْزِلَةِ الرُّوْحِ مِنَ الْبَدَنِ كَعَلِيٍّ الَّذِيْ هُوَ مِنِّيْ كَذٰلِكَ الخ

یعنی جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کے موقع پر غار کی طرف تشریف فرما ہوئے تو اپنے صحابہ اور اپنی امت کو یہ وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف جبریل علیہ السلام کو بھیج کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر (صلوٰۃ) سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابو جہل اور کفار قریش نے آپ کے خلاف منصوبہ تیار کر لیا ہے اور آپ کے قتل کرنے

کا ارادہ کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ علی المرتضیٰ کو اپنے بستر مبارک پر شب باشی کا حکم دیں اور فرمایا ہے کہ ان کا مرتبہ آپ کے نزدیک ایسا ہے جیسا اسحاق ذبیح کا مرتبہ تھا (حالانکہ ذبیح اسماعیل ہیں مگر اہل کتاب اسحاق کو ذبیح کہتے ہیں) حضرت علی اپنی زندگی اور روح کو تیری ذات اقدس پر فدا اور قربان کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ (ہجرت میں) ابو بکر صدّیق کو اپنا ساتھی مقرر فرماویں کیونکہ اگر وہ حضور کی اعانت اور رفاقت اختیار کر لیں۔ اور حضور کے عہد و پیمان پر پختہ کار ہو کر ساتھ دیں تو آپ کے رفقاء جنت میں سے ہوں گے۔ اور جنت کی نعمتوں میں آپ کے مخلصین میں سے ہوں گے۔ پس حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کو فرمایا کہ اے علی! آپ اس بات پر راضی ہیں کہ میں طلب کیا جاؤں تو (دشمن کو) نہ مل سکوں اور تم طلب کئے جاؤ تو مل جاؤ اور شاید جلدی میں تیری طرف پہنچ کر بے خبر لوگ تجھے (شبہ میں) قتل کر دیں۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا کہ میں راضی ہوں یا رسول اللہ کہ میری روح حضور (ﷺ) کے روح مقدس کا بچاؤ ہو اور میری زندگی حضور کی زندگی اقدس پر فدا ہو۔ بلکہ میں اس بات پر بھی راضی ہوں کہ میری روح اور میری زندگی حضور (ﷺ) پر اور حضور (ﷺ) کے بعض حیوانات پر قربان اور فدا ہو۔ حضور (ﷺ) میرا امتحان لے لیں۔ میں زندگی کو اس لئے پسند کرتا ہوں کہ حضور (ﷺ) کے دین کی تبلیغ کروں اور حضور (ﷺ) کے دوستوں کی حمایت کروں اور حضور (ﷺ) کے دشمنوں کے خلاف جنگ کروں۔ اگر یہ نیت نہ ہوتی تو میں دنیا میں ایک ساعت بھی زندگی پسند نہ کرتا۔ پس حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کے

سر مبارک کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ اے ابوالحسن تیری یہی تقریر مجھے لوح محفوظ کے موکلین ملائکہ نے لوح محفوظ سے پڑھ کر سنائی ہے اور جو تیری اس تقریر کا ثواب اور بدلہ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں تیرے لئے تیار فرمایا ہے وہ بھی پڑھ کر سنایا ہے وہ ثواب جس کی مثل نہ سننے والوں نے سنی ہے نہ دیکھنے والوں نے دیکھی ہے نہ ہی عقلمند انسانوں کے دماغ میں آسکتی ہے پھر حضور ﷺ نے ابو بکر صدیق سے فرمایا کہ اے ابو بکر تو میرے ہمراہ چلنے کیلئے تیار ہے؟ تو بھی اسی طرح تلاش اور طلب کیا جاوے جیسا میں۔ اور تیرے متعلق دشمنوں کو یہ یقین ہو جاوے کہ تو ہی نے مجھے ہجرت کرنے اور دشمنوں کے مکر اور فریب سے بچ کر نکلنے پر آمادہ کیا ہے تو تو میری وجہ سے ہر قسم کی مصیبت اور دکھ برداشت کرے؟ صدیق اکبر نے عرض کی یارسول اللہ (ﷺ) اگر میں قیامت تک زندہ رہوں اور اس زندگی میں سخت ترین عذاب دکھ اور مصائب میں مبتلا رہوں جس مصیبت والم سے نہ مجھے موت بچانے کے لئے آسکے اور نہ کوئی دوسرا سبب آرام دے سکے اور یہ سب کچھ حضور (ﷺ) کی محبت میں ہو تو مجھے بطیب خاطر منظور ہے اور مجھے یہ پسند نہیں کہ اتنی لمبی زندگی ہو اور دنیا کے بادشاہوں کا بادشاہ بن کر رہوں اور تمام نعمتیں اور آسائشیں حاصل ہوں۔ لیکن حضور (ﷺ) کی معیت سے محرومی ہو اور میں اور میرا مال اور میری اولاد حضور (ﷺ) پر فدا اور قربان ہے پس حضور اقدس (ﷺ) نے فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہے اور جو کچھ تو نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تیری دلی کیفیت اور وجدان کے مطابق پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے بمنزلہ میرے گوش مبارک اور بمنزلہ میری آنکھوں کے کیا ہے اور جو نسبت سر کو جسم سے ہے اللہ تعالیٰ نے تجھے اس طرح بنایا ہے اور

جس طرح روح کی نسبت بدن سے ہے۔ میرے لئے تو اسی طرح ہے جیسا کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے نزدیک ہیں۔

تحریف کا نادر نمونہ

اگرچہ اس روایت میں فضیلت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) روز روشن سے بھی زیادہ روشن اور واضح و ثابت ہے مگر اہل تشیع نے تصرف اور تحریف فی الروایات کی عادت یہاں بھی نہیں چھوڑی۔

اول:۔ یہ کہ حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے جب فرمایا گیا تو حرف شرط کے ساتھ یعنی اگر وہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اعانت و مساعدت پر کمربستہ ہو جائیں تو وہ دنیا اور آخرت میں حضور (ﷺ) کے رفیق ہیں۔ یہاں جب اللہ تعالیٰ بھی دلی کیفیات اور حالات پر مطلع ہے اور آپ (حضرت صدیق) نے جب علم الٰہی وہی کچھ عرض کی۔ جو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک بمنزلہ سمع مبارک و چشم مبارک اور روح مقدس ثابت ہوئے تو پھر شرطیہ جملہ صاف تحریف و تصرف فی الروایت پر دلالت کر رہا ہے۔ جو قلبی غل و غش پر مبنی ہے۔

دوسرا:۔ روایت کے آخر میں یہ جملے کہ "وَعَلِيٌّ فَوْقَ ذٰلِكَ لِزِيَادَةِ فَضَائِلِهٖ وَ شَرْفِ خِصَالِهٖ" یعنی علی (رضی اللہ عنہ) اس سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ ان کے فضائل اور شرف خصال زیادہ ہیں۔

ارے سمع و بصر دراں و روح نبوت پناہ پر کون سی زیادتی متصور ہے۔

بہر صورت اہل تشیع کی معتبر ترین کتب بھی خلفائے راشدین کے فضائل و علو مرتبت کو اپنے اوراق میں جگہ دینے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ والحسن ماشھدت به الاعداء (جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے) ائمہ طاہرین کے ارشادات کو ہر حیلے سے ردو بدل کرنے اور توڑ موڑ تصرفات کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ مگر خلفائے راشدین کی شان کو آنچ نہ آئی۔

فضیلت والا کون

اگرچہ اہل ایمان اور اہل عقل و درایت کے لئے اس روایت سے زیادہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اور آپ کا فضل اور کیا متصور ہے مگر مومنین کے دل کو خوش کرنے کے لئے بطور نمونہ ایک دو روایتیں اور بھی خلفائے راشدین سابقین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی فضیلت کے بارے میں اہل تشیع حضرات کی معتبر کتابوں سے پیش کرتا ہوں۔ اہل تشیع کی معتبر کتابوں میں حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی موجود ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلُ الْبَيْتِ یعنی سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔ نمونہ کے طور پر کتاب کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ ایران صفحہ ۱۱۶۔

وَاَنْتَ لَوْ فَكَّرْتَ لَعَلِمْتَ اَنَّهٗ يَكْفِيْهِ نَسَبًا قَوْلُهٗ صلی اللہ علیہ وسلم سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلُ بَيْتٍ

یعنی تو اگر فکر و ہوش سے کام لے تو یقیناً جان لے گا اور دیکھ لے گا۔ کہ سلمان فارسی کے لئے یہی نسب نامہ کافی ہے جو حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ سلمان ہم میں سے ہے اور اہل بیت میں سے ہے۔

اب ہم اہل نظر و فکر کی خدمت میں فروع کافی جلد ۲ کی عبارت پیش کرتے ہیں جو حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے فرق مرتبہ کے متعلق وارد ہے۔

ثُمَّ مَنْ قَدْ عَلِمْتُمْ بَعْدَهٗ فِیْ فَضْلِهٖ وَزُهْدِهٖ سَلْمَانُ وَ اَبُوْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہما الخ

یعنی پھر وہ شخص جس کے متعلق تمہیں علم ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد جن کا مرتبہ فضل و زہد میں ہے تو وہ سلمان فارسی اور ابو ذر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔

اب جن کا مرتبہ فضل و زہد میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ہے۔ وہ اہل بیت ہوں اور اول مرتبے والی ہستی کہ جن کو بمنزلۃ السمع والبصر والروح بھی فرمایا گیا ہو۔ وہ اہل بیت میں نہ ہو تو یہ کس قدر ہٹ دھرمی اور بے انصافی پر مشتمل ایک غلط نظریہ ہے۔ **وانت لوفکرت وتدبرت ذلک لعلمت فضل ابی بکر وزھدہ علی جمیع الصحابۃ ویکفیہ فضلا و کمالا ومرتبۃ قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم لابی بکر رضی اللہ عنہ انت منی بمنزلۃ السمع والبصر والروح وقد مربیانہ ببیانی۔**

عمر، داماد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

خلیفہ ثانی سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سیدنا امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رشتہ دینا اور ان کو شرف دامادی بخشنا کوئی کم مرتبہ پر دلیل نہیں۔ اعتبار کریں۔ ورنہ کتاب فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۱ کی یہ عبارت بروایت امام ابو عبداللہ جعفر الصادق رضی اللہ عنہ پڑھیں۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ علیہ السّلام قَالَ سَئَالتُہٗ عَنِ الْمَرْاَۃِ الْمُتَوَفّٰی عَنْھَا زَوْجُھَا تَعْتَدُّ فِیْ بَیْتِھَا اَوْحَیْثُ شَاءَ تْ قَالَ حَیْثُ شَاءَ تْ اِنَّ عَلِیًّا صَلٰوتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ لَمَّا تُوُفِّیَ عُمَرُ اَتٰی اُمَّ کُلْثُوْمٍ فَانْطَلَقَ بِھَا اِلٰی بَیْتِہٖ

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسئلہ دریافت کیا گیا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ اپنے گھر (خاوند کے گھر) عدت بیٹھے یا جہاں مناسب خیال کرے وہاں بیٹھے۔ امام عالی مقام نے جواب دیا کہ جہاں چاہے بیٹھے۔ کیونکہ جب عمر (رضی اللہ عنہ) فوت ہوئے تو حضرت علی علیہ السلام اپنی بچی کو ان کے گھر سے اپنے گھر لے گئے۔

علیٰ ہذا القیاس کتاب "طراز المذہب مظفری" مصنفہ میرزا عباس قلی خاں وزیر مجلس شوریٰ کبریٰ سلطنۃ ایران جلد اول صفحہ ۷۴ تا صفحہ ۶۷ پر اس نکاح کے متعلق

تمام علماء شیعہ کا اتفاق اور ان کے متعلق تصریحات ملاحظہ فرماویں۔ یہ کتاب شاہ ایران مظفر الدین قاچار کی زیر سرپرستی لکھی گئی ہے ۱۲

اس نکاح کا ثبوت تقریباً اہل تشیع کی ہر کتاب میں موجود ہے۔ مگر جن الفاظ کے ساتھ اہل بیت کرام کی عقیدت کا دم بھرنے والوں نے اس نکاح کا اقرار کیا ہے مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کوئی ذلیل سے ذلیل انسان بھی اپنے متعلق ان الفاظ کو برداشت نہیں کر سکتا۔ جن الفاظ کو اہل بیت نبی ﷺ کے متعلق ان مدعیان تولی نے استعمال کیا ہے۔ کوئی شخص ان الفاظ کو دیکھ کر یہ بات تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ اس قسم کے الفاظ بدترین دشمن ہی منہ سے نکال سکتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ اللہ کے مقبولوں کے متعلق یہ الفاظ استعمال کرنے والا اسی دنیا میں غرق کیوں نہیں ہو جاتا۔ لہٰذا میں یہ جرأت نہیں کرتا اور اپنی عاقبت تباہ نہیں کرتا کہ وہ الفاظ لکھوں۔ اہل تشیع کی ام الکتب یعنی فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ سطر ۷ مطبوعہ لکھنؤ کسی بڑے مدعی تولے و معتقد اہل بیت سے سنئے۔ نیز ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۳۶۳، ۳۶۴، سطر ا ملاحظہ فرماویں اور میری تمام تر معروضات کی تصدیق کریں کہ شان حیدری میں کس قدر بکواس اور سب و شتم شیعان علی نے کئے ہیں کوئی بڑے سے بڑا بدبخت خارجی بھی ان کے حق میں اس قسم کے کلمات لکھنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ بکواس صرف اس لئے کئے ہیں کہ آپ نے سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رشتہ کیوں دیا ہے اور بس۔ کاش میرے بھولے بھالے بردران وطن شیعہ مذہب کی حقیقت سے واقف ہوتے۔

نیاز مندانہ مشورہ

اے سادات عظام خدا کے واسطے کچھ سوچو اور ضرور سوچو۔ جس مذہب کی اس قدر معتبر کتاب میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اقدس میں اس قسم کے بکواس ہوں جو آپ کسی ذلیل سے ذلیل نوکر کو نہیں کہہ سکتے تو اس مذہب

سے آپ نے کیا پھل پانا ہے؟ خدارا اپنی عاقبت تباہ نہ کرو۔

آیئے ہم اہل سنت آپ کے بردے اور آپ کے گھرانے کے حلقہ بگوش ہیں ہم سے اپنے خانوادہ کی عزت وناموس کے متعلق صحیح روایات سنئے اور خانوادہ نبوت کی شان کو ملاحظہ فرمایئے۔ یہی روایت جس کے لکھنے سے میرا دل لرز گیا۔ میرے ہاتھ سے قلم گر پڑا اور اللہ کی قسم میں لکھنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اہل تشیع نے اپنی معتبر کتاب ناسخ التواریخ جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۶۳ سطر نمبر ۲۹ پر بڑے شد ومد کے ساتھ اور ثبوت نکاح میں یہ تمام صفحہ اور ص ۳۶۴ علیٰ ہذا القیاس صفحہ ۴۳۳ بھی ملاحظہ فرمایئے اس کے بعد اور نہیں تو یہ ہی شیعان علی کو پڑھ کر سناد یجئے کہ ع

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

مگر درحقیقت دوست نما دشمن کے بغیر اہل تشیع کے مذہب کی بناء اور کوئی نہیں رکھ سکتا۔ مذکورہ بالا عبارات کو پڑھ کر یقیناً اہل انصاف میری تصدیق کریں گے۔ ممکن ہے بھولے بھالے برادران وطن کہیں کہ جو لوگ سال بہ سال امام عالی مقام زندہ جاوید کا ماتم کرتے ہیں اور اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر خون خون کر دیتے ہیں۔ یہ کیسے کسی دشمن کی تقلید میں مذہب تشیع اختیار کر سکتے ہیں یا جس نے یہ مذہب گھڑا ہے وہ کیسے دشمن اہل بیت ہو سکتا ہے؟ اس کا فطرتی جواب (پہلا جواب) صرف اتنا ہے کہ اس قسم کی روایات گھڑنے کی سزا یہی ہو سکتی ہے اور جن مقدس ہستیوں کو امام عالی مقام سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الشریف امام الہدیٰ شیخ الاسلام، حبیب مقتدا اور پیشوا فرما دیں۔ جن کے ہاتھ پر بیعت کریں جن کو بطیب خاطر رشتے دیں۔ ان ہستیوں کی شان اقدس میں علانیہ بکواس بکنے کی دنیا میں سزا یہی ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنے منہ اور اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر اڑا دیں۔ ورنہ محبت کے تقاضے پر یہ کاروائی مبنی ہوتی تو اس کی ابتداء حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہوتی۔ ان کے بعد یازدہ ائمہ (گیارہ امام) اس پر عمل فرماتے مگر یاد رکھو یہ کسی زبردست مجرم خدا کی سزا سے شروع ہوئی ہے۔

اے آل حیدر کرار! آپ اپنے جد امجد کی سنت تلاش فرماویں اور اپنے تمام طاہرین کی سنت کی پیروی اختیار کریں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس قسم کی روایات گھڑنا اور ان کو رائج کرنا ایک سیاسی کرتب تھا تاکہ بیوقوف اور کم سمجھ لوگ اس قسم کی غلط روایات کے باوجود ہمیں محب سمجھتے رہیں اور ہم آسانی کے ساتھ اپنا مذہب رائج کرتے رہیں۔ آپ دعوئی محبت کے کوٹ کے اندر دیکھئے اور اس زہر سے بچئے۔ خیر یہ ایک نیاز مندانہ مشورہ تھا جو موضوع سے نکال لے گیا۔

انتظار کس بات کا

ائمہ طاہرین صادقین معصومین کی روایات سے خود اہل تشیع کی کتابوں میں جب یہ بات مل گئی۔ کہ ائمہ طاہرین نے خلفائے راشدین کو صدیق مانا۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کو امام الہدیٰ شیخ الاسلام، مقتداء اور پیشوا تسلیم کیا۔ ان کے حق میں سب بکنے والوں کو قتل کیا۔ سزائیں دیں۔ اپنی مجلس سے نکالا۔ بلکہ خلفائے راشدین کی شان اقدس میں سب بکنے والوں کو مسلمانوں کی جماعت سے بھی خارج فرمایا اور یہ بھی مسلم ہے کہ ائمہ طاہرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس اور مقدس دلوں میں غیر خدا کا خوف نہیں آسکتا تھا اور ولا تخافوھم وخافون ان کنتم مؤمنین (اگر تم مومن ہو تو میرے بغیر کسی سے نہ ڈرو) پر ان کا پورا ایمان تھا۔ اور میدان کربلا میں اپنے اس ایمان کا ثبوت عملی طور پر بھی دیا تو وہ تمام تر ارشادات جو ائمہ طاہرین نے فرمائے اور تمام تر اخوت و مودت کے جو عملی ثبوت بہم پہنچائے صرف صدق و صفا اور ظاہری باطنی صداقت ہی کی بنا پر فرمائے۔ خلافت خلفائے سابقین کے متعلق جن واضح اور غیر مبہم کلمات طیبات کے ساتھ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے قطعی فیصلہ ارشاد فرمایا ہے جو پہلے عرض کر چکا ہوں اس کے بعد فتنہ اور فساد پیدا کرنا اور وہ فیصلہ تسلیم نہ کرنا اور خلفائے راشدین کی شان اقدس میں سب و شتم بکنا اور محب علی

کہلوانا حضرت علی کو (معاذ اللہ) جھٹلانا اور پھر دعوے تولی (محبت) کرنا ایمان تو کجا خود سی معقولیت پر بھی مبنی نہیں ہو سکتا۔

حدیث قرطاس

بے خبر اور ناواقف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کبھی قرطاس کی روایت پیش کی جاتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنی ظاہری حیوۃ طیبہ کے آخری خمیس کو اپنے حرم سرا میں اہل بیت کے مردوں سے کہا کہ لکھنے کے لئے کوئی چیز (دوات، قلم، کاغذ) لاؤ میں تمہارے لئے کچھ وصیت لکھوں تاکہ میرے بعد تم صراط مستقیم پر ثابت قدم رہو۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے مسجد شریف میں جاکر دوات قلم طلب فرمائی تو امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہمیں قرآن کریم کافی ہے کیا آنحضرت ﷺ ہمیں داغ مفارقت تو نہیں دینا چاہتے ؟اس بات کو سمجھو!!

یہ روایت اہل سنت کی کتابوں میں ہو یا اہل تشیع کی کتابوں میں بہر صورت قرآن کریم کی آیت کریمہ (ولا تخطه بيمينك اذا لارتاب المبطلون) یعنی آپ اپنے ہاتھ مبارک سے کبھی اس کو نہ لکھتا تاکہ گمراہ کرنے والے لوگ شک پیدا نہ کر سکیں۔ کہ حضور ﷺ خود لکھ سکتے تھے۔ اور قرآن کریم بھی خود لکھا ہے خدا کی طرف سے نہیں) اب یہ نفی ہو یا نہی۔ بہر صورت آنحضرت ﷺ کا اپنے ہاتھ مبارک سے لکھنا ممنوع اور محال ہے اور روایت میں ہے کہ میں لکھوں۔ دوسرا بالفرض تسلیم اس روایت میں خلافت کا ذکر تک نہیں۔ حضرت علی کی خلافت اور وہ بھی بلا فصل اس سے کیسے ثابت ہو گئی۔

تیسرا۔ اہل بیت کے مردوں میں حضرت علی موجود تھے تو ان کو دوات قلم پیش کرنے کا حکم ہوا۔ جیسا کہ "ایتونی" کا صیغہ جمع مذکر اسی امر پر دلالت کرتا ہے۔ فرض کرو کہ حضرت عمر نے حسبنا کتاب اللہ یعنی ہمیں قرآن کریم کافی ہے۔ فرمایا ہو۔ تو سوال یہ ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمر کے کہنے پر عمل کرنا تھا یا رسول اللہ ﷺ

کے حکم پر؟ پھر حضرت علی نے کس کے کہنے پر عمل کرتے ہوئے دوات و قلم و کاغذ پیش نہ کیا۔

چوتھا۔ فرض کریں حضور خلافت ہی لکھتے (جس کا ذکر تک روایت میں نہیں) مگر جب حضور ﷺ پہلے فرمارہے ہیں کہ میرے بعد خلیفہ ابو بکر ہوگا۔ اس کے بعد عمر ہوگا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے دیکھو تفسیر صافی جلد ۲ صفحہ ۳۲۰۔ اسی طرح تفسیر قمی اس آیت کریمہ کے تحت قال نبانی العلیم الخبیر (پارہ ۲۸ سورہ تحریم) تفسیر امام حسن عسکری اور باقی تمام اہل تشیع کی معتبر ترین تفاسیر میں حضور اقدس ﷺ سے یہ روایت ثابت ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ۔ اللہ تعالیٰ کے حکم اور فرمان کے خلاف اور اپنے ارشاد کے خلاف کوئی دوسری خلافت لکھنے لگے تھے۔

ہم پہلے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واضح اور غیر مبہم خطبات آپ کو سنا چکے ہیں کہ حضرت علی سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحبہ وسلم کی رحلت کے بعد خلافت کی بیعت کرنے کے بارے میں کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میری خلافت کا زمانہ نہیں آیا۔ اس وقت میری خلافت کا سوال ایسا ہے جیسے کوئی قبل از وقت کچے میوے توڑے یا کسی دوسرے کی زمین میں کھیتی باڑی شروع کر دے۔ اور یہ کہ میرے ذمہ یہ ہے کہ میں دوسروں کی اطاعت کروں اور یہ کہ بیعت کرنے پر میرے لئے دوسروں کی اطاعت کا عہد و پیمان مقدم ہے میرے لئے ممکن ہی نہیں کہ ابو بکر کی بیعت کی مخالفت کروں۔ پھر ان کا خود بھی بیعت کرنا۔ یہ تمام تر روایات خلافت علی رضی اللہ عنہ کی تحریک کے منافی بلکہ مناقض ہیں۔

خم غدیر

اسی طرح یہ بھی ابلہ فریبی ہے کہ حضرت علی کی خلافت بلا فصل کی دلیل میں خم غدیر کی روایت پیش کی جاتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی کے متعلق فرمایا

۔ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" (یعنی جن کا میں دوست ہوں علی بھی ان کے
ست ہیں) ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں مولی بمعنی دوست ہے دیکھو آیت کریمہ
فان اللہ ھو مولاہ و جبریل وصالح المومنین" (یعنی اللہ کے محبوب کا دوست
۔ جل شانہ ہے اور جبریل ہیں اور نیک بندے ہیں۔ "والملائکۃ بعد ذلک
ظہیر" اس کے بعد فرشتے حضور ﷺ کے مددگار ہیں)۔ (القرآن)

اب مولی کا معنی حاکم یا امام یا امیر کرنا صراحتہً قرآن کریم کی مخالفت ہے اور تفسیر
رائے ہے اور کون مسلمان یہ نہیں مانتا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رسول اللہ ﷺ
دوستوں کے دوست ہیں۔ جن کو اللہ کے رسول (ﷺ) نے گھر میں، ہجرت
ں، غار میں، سفر میں، حتیٰ کہ قبر میں اپنا ساتھی اور رفیق منتخب فرمایا۔ حضرت علی ان
دوست ہیں۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا صاف صاف ارشاد گرامی نہ بھولئے
حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں فرماتے ہیں کہ "ھما
انی" یعنی وہ میرے دوست ہیں (یہ حوالہ گزر چکا ہے) علی ہذا القیاس حضرت علی
اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل پر غزوۂ تبوک کی روایت کو دلیل بنانا خوش فہمی اور
خبری کی دلیل ہے۔ یعنی غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام
حضرت علی کو ارشاد فرمایا۔ "اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من
سی" یعنی اے علی آپ اس بات پر راضی نہیں کہ جو نسبت ہارون کو موسیٰ سے تھی
منزلت آپ کو مجھ سے ہو۔ اب اس روایت سے ثابت کرنا کہ حضور ﷺ
رت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بلافصل فرما رہے ہیں کس قدر بے محل ہے۔ وہ
لئے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی عین حیات میں فوت ہو گئے تھے۔ اور
رت موسیٰ کے خلیفہ نہ بلافصل ہے اور نہ بالفصل۔ دیکھو شیعوں کے مجتہد اعظم ملا
مجلسی کی کتاب حیات القلوب صفحہ ۳۶۸ اور ناسخ التواریخ وغیرہ اور ملاقہ نوسنت
ملا و غیرہ جہاں صراحتاً موجود ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی عین حیات

میں فوت ہوئے اور یہود نے حضرت موسیٰ پر یہ اتہام لگایا کہ انہوں نے اس کو قتل
ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی برأت نازل فرمائی۔ جس کا ذکر قرآن
میں ان کلمات طیبات کے ساتھ ہے۔ فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَ كَانَ عِنْدَاللّٰهِ وَجِيْ
(پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اس اتہام سے بری فرمایا۔ جو کچھ کہ یہود نے ان
متعلق باندھا تھا اور وہ اللہ کے نزدیک معزز و محترم تھے) اور تفسیر صافی میں جو اہل
کی معتبر ترین کتاب ہے۔ بحوالہ تفسیر مجمع البیان جو شیعوں کے مجتہد اعظم کی تصنی
ہے۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت تصدیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ عَلِيٍّ عليه السلام اَنَّ مُوْسٰى وَ هَارُوْنَ صَعِدَا عَلَى الْجَبَلَ
فَمَاتَ هَارُوْنُ فَقَالَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلُ اَنْتَ قَتَلْتَهٗ

یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون ایک پہاڑ پر چڑھے۔ پس حضرت
ہارون فوت ہو گئے تو بنی اسرائیل نے کہا کہ اے (حضرت) موسیٰ آپ
نے ان کو قتل کیا ہے۔ الخ

حیات القلوب میں یہ واقعہ مفصل موجود ہے۔

تو یہ مشابہت خلافت کے ساتھ قرار دینا کہ جیسے حضرت ہارون حضرت مو
کے خلیفہ تھے ویسے ہی حضرت علی حضور اقدس ﷺ کے خلیفہ تھے۔ انتہا درجہ تعج
انگیز ہے۔ دلیلِ خلافتِ بلافصل اس مشابہت کے ذریعے سے لائی گئی۔ مگر اس مشابہ
کی وجہ سے مطلقاً خلافت نہ بلا فصل اور نہ بالفصل ثابت ہو سکی۔ خدا کا شکر ہے کہ
خارجی منحوس کے کانوں تک اہل تشیع کی خلافت بلافصل کے متعلق یہ دلیل نہیں
پہنچی۔ ورنہ اہل تشیع حضرات کو لینے کے دینے پڑ جاتے۔

ناطقہ سر بگریباں ہے......

ہٹ دھرمی کی بھی انتہا ہے۔ جب حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عن
اور سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کے متعلق ائمہ طاہرین ک

ـند کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کا واضح اور غیر مبہم ارشاد خود اہل تشیع کی معتبر ترین
ـابوں سے دکھایا جائے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ اِنَّ اَبَابَکْرٍ یَلِی الْخَلَافَةَ مِنْ
ـعْدِیْ یعنی میرے بعد ابو بکر خلیفہ ہیں اور اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب تفسیر امام حسن
ـسکری رضی اللہ عنہ، اور تفسیر صافی وغیرہ کی تصریحات پیش کی جائیں کہ حضور اکرم
ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد خلیفہ ابو بکر ہیں۔ ان کے بعد عمر ہیں اور اہل تشیع کی معتبر
ـین کتاب نہج البلاغۃ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ان کی خلافت کو تسلیم فرمانا ان
ـے ہاتھ پر بیعت کرنا۔ ان کے ساتھ مشوروں میں شریک ہونا ثابت کیا جائے اور
ـیعوں کی معتبر ترین کتاب شافی اور تلخیص الشافی سے ائمہ طاہرین کی روایات کے
ـاتھ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا یہ ارشاد گرامی موجود ہو کہ ابو بکر اور عمر
رضی اللہ عنہما) میرے پیارے ہیں امام الہدیٰ پیشوائے وقت ہیں۔ ہدایت کے امام
ہیں، شیخ الاسلام ہیں اور مولا علی کا یہ ارشاد خود ائمہ طاہرین کی سند کے ساتھ پیش کیا
جائے۔ کہ حضور کی تمام امت سے افضل ابو بکر ہیں اور کتاب کافی سے یہ تصریح پیش
ـی جاوے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ سب صحابہ سے افضل ہے اور
اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب تفسیر حسن عسکری اور معانی الاخبار وغیرہ میں یہ
تصریحات موجود ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر بمنزلہ میری آنکھ کے
ہیں اور عمر بمنزلہ میرے گوش مبارک کے ہیں اور عثمان بمنزلہ میرے دل کے ہیں۔ تو
ان روایات کو دیکھ کر اہل تشیع کو خلافت کا یقین نہیں ہوتا۔ نہ ہی ائمہ طاہرین کی
روایات پر ایمان لاتے نظر آتے ہیں۔ اور حضرت ہارون کی مشابہت سے خلافت
بلافصل ثابت کرنے کی بڑی دور کی سوجھتی ہے۔ اگر حضرت علی کی خلافت ثابت
ـرنے کا اس قدر شوق ہے تو پہلے ان کو سچا بھی مانو۔ ان کے ارشادات پر ایمان بھی
لاؤ۔ اور ان کی حدیثوں کو صحیح تسلیم کرو۔ ان معصومین کو جھوٹ مکر اور فریب سے پاک
اور منزہ یقین کرو تو ہم جانیں کہ اہل تشیع کو ائمہ طاہرین معصومین کے ساتھ دلی الفت

اور محبت ہے۔ حضرت ہارون کے ساتھ مشابہت ایک وقتی طور پر بہت مناسب
جیسے حضرت موسیٰ حضرت ہارون علیہ السلام کو طور سینا پر جاتے وقت اپنے گھر چھوڑ
تھے اسی طرح حضور اقدس ﷺ غزوۂ تبوک میں تشریف لے جاتے وقت حضرت
کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو مدینہ شریف کی حفاظت کے لئے افسر مقرر فرما گئے تھے۔

مگر حسب روایت باقر مجلسی کی حیات القلوب میں حضرت علی کرم اللہ و
مدینہ شریف میں رہنا پسند نہ فرمایا اور حضور ﷺ کے ساتھ جانا اختیار کیا اور شامل
باظفر ہوئے۔

مگر سوال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشابہت حضرت ہارون ع
السلام کے ساتھ حضور ﷺ کے بعد خلافت کے متعلق موجود ہے یا نہیں۔ تو جوا
یہ ہے کہ چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفہ
بنے فذلک کذلک۔ البتہ ہم اہل السنت والجماعت کے اصول کے مطابق حضرت
علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ رسول اللہ ﷺ کے چوتھے خلیفہ ہیں۔

اہل تشیع کے دلائل خلافت بلا فصل کا نمونہ تو آپ دیکھ چکے جو تصریحات کا انا
من گھڑت اور غلط توجیہات پر اصرار کا مجموعہ ہیں۔

لطیفہ

ایک دفعہ اہل سنت والجماعت اور اہل تشیع کے مابین مناظرہ دیکھنے کا اتفاق ہ
اہل تشیع کے مناظر نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خلافت بلا فصل ثابت کر
کے لئے کہا کہ میں قرآن سے ثابت کرتا ہوں میں حیران ہو کر دیکھنے لگا کہ یا اللہ یہ
کس آیت سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت کرے گا تو ا
نے سورۂ زخرف کی تیسری آیت "وَاِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْکِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ" ا
خاص انداز میں پڑھی۔ کہ علی لوح محفوظ میں حکیم لکھے ہوئے ہیں۔ بس پھر
حیدری بولتے ہوئے سٹیج سے کودا اور بھاگا۔ مناظر اہل سنت بیچارہ منہ تکتا رہ گیا۔

نے اندازہ لگایا کہ بے چارے بیخبر اور جاہلوں کو اسی طرح خلافت بلافصل کے دلائل پیش کر کے پھسلایا جاتا ہوگا۔ میں اس مناظرہ میں بحیثیت حکم بیٹھا ہوا تھا۔ مگر فیصلہ سنانے کا موقعہ ہی نہ ملا۔ علماء طبقہ تو شان استدلال اور طرز قلابازی دیکھ کر دم بخود ہو کر رہ گیا۔ اب وہاں کون تھا۔ جس کو جواب دیا جاتا۔ اور اس دلیل کے متعلق نظر اور فکر کا تجزیہ کیا جاتا۔

برادران وطن! سورۂ زخرف جس سے اس سخت جاہل نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل ثابت کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کی آیات تلاوت فرمادیں۔ حٰمٓ۔ وَالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ۔ اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ط وَاِنَّهٗ فِيْ اُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ط اس کا ترجمہ خود اہل تشیع کے مقبول ترین مترجم مقبول احمد دہلوی کی تحریر سے دیکھئے۔ "قسم ہے واضح کتاب کی بیشک ہم نے اس کو عربی قرآن مقرر کیا۔ تاکہ تم سمجھو اور بیشک وہ ہمارے پاس ام الکتاب میں ضرور عالیشان اور حکمت والا ہے" تو شروع سے لے کر آخر تک قرآن حکیم کی تعریف ہے۔ مگر اس سے حضرت علی مراد لینے اور پھر اپنے ذہن سے خلافت نکال کر اس کے ساتھ جوڑنے اور جب خلافت کا حلقہ جڑ گیا تو پھر بلافصل کا لفظ جوڑنے میں کیا تکلیف ہو سکتی ہے؟ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ حضرت علی کی خلافت اور وہ بھی بلافصل ثابت ہو گئی (نعرۂ حیدری یا علی)

یہ استدلال اور طرز استدلال!

بھلا اس کے مقابل میں رسول خدا ﷺ کا صاف اور واضح ارشاد کہ میرے بعد خلیفہ ابو بکر اور پھر عمر ہوں گے یا حضرت علی کا ابو بکر و عمر کو امام الہدیٰ و مقتدائے امت بتانا بھی کوئی دلیل خلافت ہو سکتی ہے؟ فَمَا لِهٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا (ان جاہلوں کو کیا ہوا بات سمجھتے ہی نہیں) امام حسن عسکری کی تفسیر، تفسیر قمی اور تفسیر صافی جیسی اہل تشیع کی معتبر کتابیں جن میں محبوب کبریا ﷺ کا صاف صاف

ارشاد کہ میرے بعد خلفاء ابو بکر ان کے بعد عمر (رضی اللہ عنہما) ہوں گے اور یہ
مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تسلیم نہ کرنا تعجب انگیز دعوے تولی (محبت) ہے۔
خداوند تعالیٰ کے فرمان اور رسول ﷺ کا صاف صاف ارشاد اور حضرت سید نا
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام ائمہ معصومین کی واضح غیر مبہم تصریحات کے بالمقابل
تشیع من گھڑت تخمینے اور خلافت بلا فصل کے ٹوٹل (ٹوٹکے) لگائیں اور اللہ اور اس
رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام ائمہ معصومین کو جھٹلائیں اور ان کے ہر قول و فعل
جو ان کے من گھڑت مذہب کے مخالف ہو اس کو تقیہ اور فریب کاری پر محمول کر
اور پھر محب بھی رہیں۔ سبحان اللہ!

کیا کہنے اس سوچ کے

اہل تشیع نے اپنے خود ساختہ مذہب کو محفوظ رکھنے کے لئے سوچا خوب ہے کہ
حدیث اور روایت اس کے مخالف ہو گی۔ خواہ خود اہل تشیع ہی کے مصنفین نے اس
ائمہ معصومین سے سنا اور ان کی اپنی کتابوں میں اس کو لکھا ہوا اور بانیان مذہب شیعہ
کسی ایسی کڑی کو اپنے مذہب کے ساتھ منسلک کرنا ضروری خیال کیا ہو جو اس روایت
حدیث کے مخالف ہو تو پھر بھی تقیہ کام میں لایا جا سکے کہ ائمہ معصومین نے ہماری
خود ساختہ پرداختہ کڑی کے خلاف جو فرمایا ہے اگرچہ وہ روایتیں ہماری کتابوں میں
موجود ہیں۔ مگر بطور تقیہ ہیں۔ پس جتنی حدیثیں اور روایات اس مذہب کے خلاف
کوئی پیش کرتا چلا جائے گا۔ اہل تشیع میاں مٹھو کی طرح ایک لفظ "تقیہ" بولتے
جائیں گے تو گویا تمام احادیث و روایات پیش کرنے والے کے بالمقابل اہل تشیع کا ایک
طوطا جس کو صرف "تقیہ" کا لفظ زبان پر چڑھا دیا گیا ہو بطور مناظر پیش کر سکتے ہیں۔
تقیہ امور عامہ سے بھی عام مانا گیا ہے۔ اب اس کے بعد جو چاہیں ائمہ صادقین
طرف منسوب مذہب کو وسعت دیتے چلے جائیں مگر اتنا تو فرمائیں کہ جب ائمہ
صادقین اپنے شیعوں کو ہمیشہ کوئی سچی بات بتانا کفر اور بے دینی (معاذ اللہ) یقین فرما۔

تھے جیسا کہ مفصل بیان ہو چکا ہے اور تقیہ کو ایک لمحہ کے لئے بھی ترک فرمانا جائز نہ سمجھتے تھے۔ جیسا کہ مفصل بیان ہو چکا ہے تو پھر یہ تقیہ کے متعلق روایت بھی انہی ائمہ دین کی طرف منسوب ہیں تو پھر ان پر بھی ایمان لانے سے پہلے مسئلہ تقیہ کو ذہن سے خارج نہیں کرنا چاہئے۔ یا پھر تسلسل فی التقیہ پر ایمان رکھنا چاہئے کم از کم اپنے مذہب کو بچانے کے لئے اتنا تو کہتے کہ ائمہ معصومین سے جو روایتیں اپنے شیعوں کے سامنے بیان کی ہیں وہ سچی تھیں اور ناصبیوں یعنی اہل سنت والجماعت کے سامنے تقیہ اختیار فرماتے تھے مگر اس صورت میں بھی مذہب تشیع کی بنیاد کھوکھلی معلوم ہوتی ہے کیونکہ جتنے حوالے میں نے اس رسالے میں پیش کئے ہیں وہ تمام تر اہل تشیع کی معتبر کتابوں سے دیئے ہیں۔ وہ کتابیں جو بجز کافی کلینی کے تمام تر ایران یا نجف اشرف کی چھپی ہوئی ہیں اور کافی مطبوعہ ایرانی بھی مل گئی ہے۔ اس میں سے بھی کافی کے حوالے دکھانے کا ذمہ دار ہوں۔ اور جتنے حوالے دیئے ہیں وہ ائمہ معصومین طاہرین کی روایت سے ہیں تو پھر خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت کا انکار ان کی صدیقیت کا انکار کیوں؟ مولا علی المرتضیٰ کا ان کے ساتھ بیعت کرنے، ان کو امام الہدیٰ مقتداء و پیشوا تسلیم فرمانے، ان کے حق میں سب بکنے والوں کو سزا دینے اور امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو رشتہ دینے کا انکار کیوں؟ ان کی اطاعت کرنے ان کے مشیروں میں شامل ہونے کا انکار کیوں؟ امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس صریح ارشاد کا انکار کیوں؟ جو حضور نے ایک غالی شیعہ کے سامنے پانچ دفعہ فرمایا۔ کہ ابو بکر "صدیق" ہیں۔ اور جو ابو بکر کو صدیق نہیں کہتا اللہ تعالیٰ اس کو دونوں جہانوں میں جھوٹا کرے اور امام عالی مقام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں سب بکنے والوں کو بے ایمان فرمانا اور ان کو مجلس سے نکال دینا اور یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرے اس کا انکار کیوں؟ تمام حوالے عرض کر چکا ہوں۔ فرمایئے کوئی ایک بھی روایت کسی اہل السنۃ والجماعت کی کتاب سے پیش کی

ہے؟ کتابیں بھی اہل تشیع کی اور راوی بھی ائمہ معصومین۔ پھر ان کی روایات پر وہ لوگ ایمان نہ لائیں۔ جو دعویٰ تشیع کرتے ہیں تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ اہل تشیع کے مذہب اور ائمہ طاہرین کے مذہب میں بہت بڑا تخالف اور تناقص ہے۔

قرآن کا انکار

آج کل کے اہل تشیع حضرات یا تو اپنی مذہبی کتابوں سے مکمل ناواقفی کی وجہ سے یا کسی ماحول کے باعث بطور تقیہ قرآن کریم کو خدا کی کلام کہتے ہیں مگر بانیانِ مذہب تشیع اور رازداران مذہب تشیع کا ایمان قرآن کریم پر نہیں۔ اس قرآن کریم کو اسی وجہ سے ہر صریح جھوٹ بولتے وقت جھٹ سے سر پر رکھ دیتے ہیں اور ایسی حالت میں جھوٹ بولنے میں ذرہ برابر تامل نہیں کرتے۔ جیسے کوئی مسلمان جھوٹ بولتے ہوئے ہندوؤں کی پوتھی وغیرہ سر پر رکھ لے۔

شیعوں کے مذہبی پیشوا مطلقاً قرآن کا انکار ظاہر کرتے ہیں بلکہ جو قرآن کریم حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام حفاظ صحابہ کو طلب فرما کر جمع فرمایا جو آج ہمارے سینوں میں ہے اور مسلمانوں کی ہر مسجد میں جس کو بچے سے لے کر بوڑھے تک پڑھتے ہیں اور جو مسلمانوں کے سات سات سال عمر کے بچوں کو یاد ہے جس کو رمضان المبارک میں نماز تراویح میں ختم کیا جاتا ہے جس کے تیس پارے ہیں جو سورۂ فاتحہ سے شروع ہوتا اور سورۂ ناس پر ختم ہوتا ہے۔ بانیان مذہب شیعہ نے اس کا انکار کیا اور جب بھی اپنا ایمان قرآن پر ثابت کرتے ہیں تو اپنا موہوم قرآن (سترگز والا جس نے قیامت سے پہلے لوگوں کو ہدایت کیلئے منہ نہیں دکھانا، حلال و حرام کی تعلیم صرف قیامت کو دے گا) ہی مراد لیتے ہیں تو پھر جس قرآن پر ان کا ایمان نہیں اس کو ہزار دفعہ جھوٹ بولتے وقت سر پر رکھیں۔ ان کے مذہب کو کیا نقصان ہو سکتا ہے؟ قرآن کریم پر مدعیان تولی کے ایمان کا نمونہ اصل عبارت میں پیش کرتا ہوں۔ تاکہ اہل علم لوگ تصدیق کر سکیں۔

اصول کافی صفحہ نمبر ۱۷۶

فَقَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ عَلَيه السّلام (اِلٰى اَنْ قَالَ) اَخْرَجَهُ عَلِيٌّ عليه السّلام اِلَى النَّاسِ حِيْنَ فَرَغَ مِنْهُ وَكَتَبَهُ فَقَالَ لَهُمْ هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ كَمَا اَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ (صلى الله عليه وسلم) مِنَ اللَّوْحَيْنِ فَقَالُوْا هُوَذَا عِنْدَنَا مُصْحَفٌ جَامِعٌ فِيْهِ الْقُرْآنُ لَاحَاجَةَ لَنَا فِيْهِ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ مَاتَرَوْنَهُ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اَبَدًا اِنَّمَا كَانَ عَلَيَّ اَنْ اُخْبِرَكُمْ حِيْنَ جَمَعْتُهُ لِتَقْرَءُوْهُ

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کی طرف منسوب کر کے) کہتے ہیں کہ جب حضرت علی قرآن کریم کے جمع کرنے اور اس کی کتابت سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے کہا کہ یہ اللہ عزوجل کی کتاب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کو نازل فرمایا ہے اور میں نے دو لوحوں سے اس کو اکٹھا کیا ہے۔ جس پر لوگوں نے کہا کہ یہ ملاحظہ فرمالو کہ ہمارے پاس مصحف مبارک جامع موجود ہے جس میں قرآن ہی ہے۔ ہمیں آپ کے لائے ہوئے قرآن کی ضرورت نہیں اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم آج کے بعد تم اس کو کبھی نہ دیکھو گے میرے لئے ضروری تھا کہ جب میں نے اس کو جمع کیا ہے تو تمہیں اس کی خبر دوں تاکہ تم اس کو پڑھتے۔

اب حسب روایت اصول کافی امام عالی مقام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب حدیث اور امام عالی مقام سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الشریف کا قسم اٹھانا کہ آج کے دن کے بعد کبھی تم اس کو نہ دیکھو گے۔ تو اس کے باوجود جو قرآن اہل تشیع دیکھتے ہیں اور اہل سنت سے سنتے ہیں جس کو اہل سنت یاد کرتے ہیں۔ تراویح میں ختم کرتے ہیں جس کو امیر المومنین عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع کیا ہے۔

یہ تو بہر صورت وہ قرآن نہیں ہو سکتا جو قیامت سے پہلے آ ہی نہیں سکتا۔ اسی اصول کافی صفحہ ۶۷۰ پر امام عالی مقام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے ایک شیعہ صاحب بنام "احمد بن محمد" کہتے ہیں کہ مجھے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے مصحف مبارک عطا فرمایا اور فرمایا کہ اس کو کھول کر مت دیکھنا۔ میں نے کھولا اور دیکھا اور سورۃ لم یکن الذین الخ پڑھی تو میں نے اس سورت میں قریش کے ستر آدمیوں کے نام بمعہ ان کے آباء کے نام لکھے ہوئے موجود پائے تو امام صاحب نے میری یہ شان تعمیل حکم دیکھ کر میری طرف آدمی بھیجا کہ میرا قرآن مجھے واپس کر دو۔ یہ واپسی کا قصہ تو اس ضرورت کے ماتحت گھڑنا پڑا کہ کوئی کہہ دے کہ امام صاحب کا لکھا ہوا قرآن ہمیں بھی دکھاؤ تو فصاحت و بلاغت قرآن سے ملتی جلتی عبارت کہاں سے پیدا کی جاتی بہر حال وہ قرآن جس کی سورۃ لم یکن الذین میں قریش کے ستر آدمیوں کے نام ہوں اور ان کے آباء کے نام ہوں وہ کوئی اور ہی ہے جس پر اہل تشیع کا ایمان ہے۔ یہ قرآن نہیں۔ اہل تشیع کے مجتہد اعظم نے اپنی کتاب فصل الخطاب میں تو ایمان بالقرآن کا قصہ ہی ختم کر دیا ہے۔

اصول کافی صفحہ ۶۷۱ کی ایک اور روایت بھی ملاحظہ کریں جس کے لفظ بلفظ ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

اہل علم حضرات منطبق فرمالیں "امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو قرآن حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف جبریل علیہ السلام لائے تھے۔ اس کی سترہ ہزار آیتیں تھیں۔" اور اہل سنت والجماعت غریبوں کے پاس تو صرف ۶۶۶۶ آیات پر مشتمل قرآن حکیم ہے اگر کسی قدر تفصیل کے ساتھ اہل تشیع کا قرآن کریم سے انکار دیکھنا چاہیں تو اصول کافی صفحہ ۲۶۱ تا صفحہ ۲۶۸ و صفحہ ۶۷۰، ۶۷۱ کا مطالعہ فرمادیں اور ایمان بالقرآن کی داد دیں کہ ایک سے دوسری روایت بڑھ چڑھ کر انکار قرآن میں وارد ہے اور کتاب ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۲۹۳ و ۲۹۴ پر تو اس

قرآن کریم کے انکار پر شیعوں کا اجماع ثابت ہے اور اس قرآن کریم میں ردو بدل اور اس کی تنقیص میں تو ایک سے بڑھ کر ایک روایتوں کے انبار لگائے گئے ہیں تفسیر صافی جلد اول صفحہ ۱۴ میں قرآن کی تحریف اور اس میں ردو بدل ثابت کرنے کے کمال دکھائے گئے ہیں اور مصنف کافی یعقوب کلینی اور ان کے استاد علی بن ابراہیم قمی کا اس بارے میں غلو ثابت کیا گیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ چند روایتیں بطور نمونہ ہیں ورنہ اہل علم شاہد ہیں کہ اہل تشیع کی معتبر کتابوں میں جس کثرت کے ساتھ قرآن کریم کے انکار پر مشتمل روایات ہیں ان کا نصف بھی یکجا (جمع) کیا جائے۔ تو شرح کبیر لابن میثم کے لگ بھگ ایک مستقل کتاب ہوگی۔ مگر اندک دلیل بسیار و مشت نمونہ از خروار ہوتا ہے جو پیش ہے یہ بات نظر انداز کرنے کے قابل نہیں کہ جب ان لوگوں کو قرآن بھی قیامت سے پہلے دیکھنا نصیب نہیں اور ائمہ طاہرین معصومین کے متعلق قطعی یقین حاصل ہے کہ وہ تقیہ نہ کرنا بے ایمانی اور بے دینی یقین فرماتے تھے۔ ان کے بغیر باقی تمام لوگ ان کے نزدیک اس قابل ہی نہیں کہ ان سے کوئی حدیث بھی قابل تسلیم مانی جاسکے تو پھر یہ مذہب اہل تشیع اور اس کی سچائی اور اس کے عقیدے اور اس کے حلال و حرام کس صداقت پر مبنی اور کس بنا پر قائم ہیں؟ بھائی جب ائمہ کرام خود فرماویں **مَنْ اَذَاعَ عَلَيْنَا حَدِيْثًا اَذَلَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ كَتَمَهٗ اَعَزَّهُ اللّٰهُ**۔ یعنی جو شخص ہماری کسی بات کو ظاہر کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے گا اور جس نے ہماری حدیثیں چھپائیں اور ظاہر نہ کیں اس کو اللہ تعالیٰ عزت دے گا اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے (حوالے گذر چکے ہیں) تو اماموں سے کسی حدیث کو ظاہر کرنا یا ان کی کسی بات یا کسی تعلیم کو صحیح طور پر بیان کرنا صراحتاً بے ایمانی، بے دینی، دارین میں ذلت اور قطعی طور پر جہنمی ہونا ہے (دیکھو کافی باب التقیہ)

اپنوں کی مخالفت کیوں

تو اب اہل تشیع کی تمام کتابیں جو ائمہ صادقین سے روایتوں پر مشتمل نظر آرہی

ہیں۔ خلافت بلا فصل کا عقیدہ سب وشتم کا عقیدہ، باقی متعہ ہو یا تقیہ، وضو کی ترکیب، نماز کے انداز، باقی کھانے پینے کے حلال وحرام اگر فی الواقع ائمہ طاہرین کی حدیثیں ہیں اور ان کو چھپانے کی بجائے ان کو شائع کیا گیا جلسوں میں لاؤڈ سپیکروں کے ذریعہ لوگوں کو سنائی گئیں تو حسب فرمان امام عالی مقام یہ لوگ سخت بے ایمان بے دین اور دنیا و آخرت میں ائمہ کی نظر میں ذلیل اور جہنمی ہیں۔ اور اگر ائمہ کے تاکیدی ارشادات اور حکم کی تعمیل میں اصل حدیثیں اور اصل احکام نہیں لکھے گئے۔ نہ ہی ان کو شائع کیا گیا اور نہ ہی وہ لوگوں کو سنائے جاتے ہیں۔ بلکہ وہ تو بہر صورت چھپائے ہی جاتے ہیں۔ یہ تمام ترکتابیں اور تقریریں ان کے اصل احکام کے خلاف اور مغائر ہیں۔ یہ تمام اعمال، نماز ہو یا روزہ، وضو ہو یا نماز کی ترکیب اور خاصانِ بارگاہ خدا رسول (ﷺ) کے حق میں سب وشتم۔ من گھڑت اور خود ساختہ روایات کی بنا پر ہیں تو اس صورت پر اہل تشیع حق بجانب معلوم ہوتے ہیں اور عقل سلیم بھی اسی صورت کو صحیح سمجھتی ہے۔ کیونکہ ائمہ طاہرین کی ایک حدیث اور ایک روایت بھی کوئی مخلص محب شیعہ تو ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا ہوگا۔ تو ان محبوں نے اصل کو چھپانے کیلئے غلط اور غیر صحیح بیان کرنے پر اکتفا کیا۔

مذہب شیعہ کا بانی

انہوں نے اپنی طرف سے کچھ سے کچھ جوڑ کر ایک مذہب بنا ڈالا۔ اسی صورت کا کھوج بھی ملتا ہے اور ذی عقل آدمی تو چور بھی پکڑ سکتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اہل تشیع کی نہایت معتبر کتاب ناسخ التواریخ جلد ۲ حصہ ۳ صفحہ ۵۲۴ سطر ۶ مطبوعہ ایران (اصفہان) ۱۳۹۵ھ مطالعہ کی سفارش کرتا ہوں تاکہ آپ کو حق الیقین ہو جائے کہ میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں مذہبی تعصب کی بنا پر نہیں بلکہ واقعات کی روشنی میں اور حق وصداقت پر مبنی یہ معروضات ہیں سب سے پہلے جس شخص نے خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متعلق غصب خلافت کا قول کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کو خلیفہ بلا فصل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ ایک یہودی تھا جس کا نام عبد اللہ بن سبا ہے جو امیر المومنین سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں تقیہ کر کے مدینہ انور میں آیا۔ اور اسلام ظاہر کیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علی الخصوص خلفائے راشدین سابقین کے خلاف خفیہ طور پر سب بکنا شروع کیا۔ پھر مدینہ اقدس سے نکالا گیا تو مصر میں جا کر ایک گروہ بنالیا اور سیدنا عثمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور آخر ایسا فتنہ برپا کیا جس میں امیر المومنین شہید ہوئے۔ الخ

میں چاہتا ہوں کہ صاحب ناسخ التواریخ کی بعینہ عبارت پیش کروں۔

ذکر پدید آمدن مذہب رجعت در سال سی و پنجم ہجری

عبد اللہ بن سبا مردی جہود بود در زمان عثمان ابن عفان سلماخا گرفت واواز کتب پیشین و مصاحف سابقین نیک دانا بود چوں مسلمان شد خلافت عثمان در خاطر او پسندیدہ نیفتاد، پس در مجالس و محافل بنشستے و قبائح اعمال و مثالب عثمان راہر چہ توانستی باز گفتی، ایں خبر بہ عثمان بردند گفت باری ایں جہود کیست و فرمان کرد تا اورا از مدینہ اخراج نمودند۔ عبد اللہ بمصر آمد وچوں مردی عالم ودانا بود مردم بروی گرد آمدند وکلمات اورا باور داشتند۔ گفت! ہاں اے مردم مگر نشنیدہ اید کہ نصاریٰ گویند عیسیٰ علیہ السلام بدیں جہاں رجعت کند و باز آید۔ چنانچہ در شریعت مانیز ایں سخن استوار است۔ چوں عیسے رجعت تواند کرد محمد کہ بیگماں فاضل تراز وست چگونہ رجعت نہ کند و خداوند نیز در قرآن کریم میفر مائید اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ط چوں ایں سخن را در خاطر ہاجائے گیر ساخت گفت خداوند صدو بیست و چہار پیغمبر بدیں زمین فرستاد و ہر پیغمبر را وزیرے و خلیفتی بود چگونہ میشود پیغمبرے از جہاں برود خاصہ وقتے کہ صاحب شریعت باشدہ نایے و خلیفتے بخلق نگمارد و کار امت را مہمل بگزارد ہمانا محمد

راعلی علیہ السلام وصی و خلیفہ بود چنانکہ خود فرمود اَنْتَ مِنِّیْ بمنزلة هٰرُوْنَ مِنْ مُوْسٰی ازیں متواں دانست کہ علی خلیفہ محمد است و عثمان ایں منصب راغصب کردہ و باخود بستہ عمر نیز بناحق ایں کار بشوری افگند و عبدالرحمان بن عوف بہوائی نفس دست بردست عثمان زد دست علی را کہ گرفتہ بود باا و بیعت کند رہادادا کنوں برما کہ در شریعت محمد یم واجب میکند کہ از امر بمعروف و نہی از منکر خویشتن داری نکنیم چنانچہ خدائی فرماید کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکو پس بامردم خویش گفت مارا ہنوز آں نیرو نیست کہ بتوانیم عثمان رادفع داد واجب میکند کہ چنداں کہ بتوانیم عمال عثمان راکہ آتش جور و ستم رادامن میزنند ضعیف داریم وقبائح اعمال ایشاں رابر عالمیان روشن سازیم و دلہائے مردم راز عثمان و اعمال او بگردانیم پس نامہا نوشتند واز عبداللہ بن ابی سرح کہ امارت مصر داشت باطراف جہان شکایت فرستادند و مردم رایک دل و یکجہت کردند کہ در مدینہ گرد آیند و بر عثمان امر بمعروف کنند اوراز خلیفتی خلع فرمایند عثمان ایں معنی را تفرس ہمی کرد و مروان بن الحکم جاسوساں بہ شہر فرستاد تاخبر باز آوردند کہ بزرگان ہر بلد در خلع عثمان ہمداستانند لاجرم عثمان ضعیف و برکار خود فروماند محصور شدن عثمان درخانہ خود در سال سی و پنجم ہجری۔

۳۵ھ میں رجعی مذہب پیدا ہونے کا ذکر

ترجمہ:۔ عبداللہ بن سباء ایک یہودی تھا۔ جس نے حضرت امیر عثمان (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں اسلام ظاہر کیا اور وہ پہلی کتابوں اور صحیفوں کا اچھا عالم تھا۔ جب مسلمان ہوا تو امیر عثمان (رضی اللہ عنہ) کی خلافت اس کے دل کو پسند نہ آئی تو مجلسوں اور محفلوں میں بیٹھ کر حضرت امیر

عثمان (رضی اللہ عنہ) کے متعلق بدگوئیاں شروع کرنے لگا اور برے اعمال وغیرہ جو کچھ بھی اس کے امکان میں تھا حضرت امیر عثمان کی طرف منسوب کرنے لگا۔ امیر عثمان کی خدمت میں یہ خبر پہنچائی گئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ یہودی ہے کون؟ اور حکم دیا (گیا) تو اس یہودی (عبداللہ بن سبا) کو مدینہ شریف سے نکال دیا گیا۔ عبداللہ مصر پہنچا اور چونکہ آدمی عالم اور دانا تھا۔ تو لوگوں کا اس پر جمگھٹا ہونے لگا اور لوگوں نے اس کی تقریروں پر یقین کرنا شروع کر دیا۔ تو ایک دن اس نے کہا۔ ہاں اے لوگو! تم لوگوں نے شاید سنا ہوگا کہ عیسائی لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس جہان میں رجعت کریں گے (دوبارہ آئیں گے) جیسا کہ ہماری شریعت میں یہ بات محقق ہے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آسکتے ہیں تو حضرت محمد ﷺ جو ان سے مرتبہ میں بہت زیادہ ہیں کس طرح دوبارہ تشریف نہ لائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی قرآن میں فرماتا ہے کہ جس ذات نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے۔ یقیناً آپ کو آپ کے اصلی وطن سے لوٹائے گا۔ جب اس عقیدہ کو لوگوں کے دلوں میں پختہ کر چکا تو کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں بھیجے ہیں اور ہر ایک پیغمبر کا ایک وزیر اور ایک خلیفہ تھا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک پیغمبر دنیا سے رحلت فرمائے علی الخصوص جبکہ وہ صاحب شریعت بھی ہو اور کوئی اپنا نائب اور خلیفہ مقرر نہ فرماوے اور امت کا معاملہ یونہی چھوڑ دے تو اسی بنا پر حضور ﷺ کے وصی اور خلیفہ حضرت علی ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے خود فرمایا ہے۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی۔ یعنی تو میرے نزدیک ایسا ہے جیسے ہارون موسیٰ (علیہما السلام) کے نزدیک تھے۔ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ حضرت علی (حضور) محمد (ﷺ) کے خلیفہ

ہیں اور (حضرت) عثمان نے اس منصب کو غصب کر لیا ہے اور اپنی ذات کے ساتھ لگا لیا ہے عمر (رضی اللہ عنہ) نے بھی ناحق منصب خلافت کو مجلس شوریٰ کے سپرد کر دیا الخ)

یہ عبارت نقل کرنے سے چند گزارشات مقصود ہیں:۔

(۱) رجعی مذہب دنیا میں سب سے پہلے جس شخص نے پیدا کیا وہ عبداللہ ابن سبا ہے۔
(۲) خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے متعلق غاصب کہنا اور ان کی خلافت کو ناحق بیان کرنے کی ابتدا۔ اسی عبداللہ بن سبا سے ہوئی۔ (۳) خلافت بلا فصل علی (رضی اللہ عنہ) کا سب سے پہلے علمبردار بھی عبداللہ بن سبا ہے۔ عبداللہ بن سبا کے متعلق ائمہ ہدیٰ کی تصریحات سے آئندہ سطور میں کسی قدر تبصرہ ہو گا۔
(۴) سردست اتنا عرض کرنا ہے کہ شیعوں کے مذہب کی بنا اسی عبداللہ بن سباء نے رکھی شیعوں کے مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب حق الیقین (صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ ایران) میں مقصد نہم کو اسی مسئلہ رجعت کے ثبوت میں انتہائی زور و شور کے ساتھ لکھا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "بدانکہ از جملہ اجماعیات شیعہ بلکہ ضروریات مذہب حق فریقہ محقہ حقیقت رجعت است" یعنی جاننا چاہئے کہ من جملہ ان اعتقادات کے جن پر تمام شیعوں کا اجماع ہے بلکہ ان کے مذہب کی ضروریات میں سے ہے۔ وہ رجعت کے مسئلہ کو حق جاننا ہے۔

اب اہل دانش و بینش کے نزدیک یہ بات روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گئی کہ مسئلہ رجعت کو ظاہر کرنے والا اور خلافت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو بلا فصل کہنے والا اور خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے متعلق غصب اور ظلم منسوب کرنے والا سب سے پہلے عبداللہ ابن سبا ہے اور باقر مجلسی کی تصریح سے یہ ثابت ہوا کہ یہی عبداللہ ابن سبا کے عقیدے، شیعوں کے ضروریات دین میں سے ہیں اور شیعوں کے مجمع علیہ عقائد میں سے ہیں۔ اور کتاب "من لایحضرہ الفقیہ" میں ہے

کہ "ہر کہ ایمان برجعت ندارد از ما نیست" جو شخص رجعت کا عقیدہ نہیں رکھتا۔ وہ ہم (شیعہ فرقہ) سے نہیں بھی مد نظر رکھیں ۱۲۔

بہت بڑا افتراء پرداز

اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب رجاء الکشی صفحہ ۱۰۱ پر بھی عبداللہ بن سبا کا بیان ہے چونکہ روایت امام عالی مقام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ہے لہٰذا لفظ بلفظ مطالعہ کے لئے پیش کرتا ہوں۔

وَيْلٌ لِمَنْ كَذَبَ عَلَيْنَا وَاِنَّ قَوْمًا يَقُوْلُوْنَ فِيْنَا مَالَا نَقُوْلُهٗ فِيْ اَنْفُسِنَا نَبْرَأُ اِلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ نَبْرَأُ اِلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ مَرَّتَيْنِ (ثم قال) قَالَ عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ (رضی الله عنهما) لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ كَذَبَ عَلِيًّا عليه السّلام اِنِّيْ ذَكَرْتُ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ سَبَا فَقَامَتْ كُلُّ شَعْرٍ فِيْ جَسَدِهٖ (وَقَالَ) لَقَدِ ادَّعٰى اَمْراً عَظِيْمًا لَعَنَهُ اللّٰهُ كَانَ عَلِيٌّ عليه السلام واللّٰهِ عَبْدُاللّٰهِ وَاَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَا نَالَ الْكَرَامَةَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ (صلى الله عليه وآله وسلم) وَمَا نَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى اللّٰهُ عليه وسلّم الْكَرَامَةَ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ (ثُمَّ قَالَ) وَكَانَ الَّذِیْ يَكْذِبُ عَلَيْهِ فَيَعْمَلُ تَكْذِيْبَ صِدْقِهٖ وَيَفْتَرِیْ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ سَبَا (ثُمَّ قَالَ) ذَكَرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ سَبَاءٍ كَانَ يَهُوْدِيًّا فَاَسْلَمَ وَوَالَ عَلِيًّا عليه السّلام وَكَانَ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلٰى يَهُوْدِيَّتِهٖ فِيْ يُوْشَعَ ابْنِ نُوْنٍ وَصِيُّ مُوْسٰى بِالْغُلُوِّ فَقَالَ فِيْ اِسْلَامِهٖ بَعْدَ وَفَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلّم فِيْ عَلِيٍّ مِثْلَ ذٰلِكَ وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ اَشْهَرَ بِالْقَوْلِ بِرِفْضِ اِمَامَةِ عَلِيٍّ عليه السّلام (اِلٰى اَنْ قَالَ) وَمِنْ هٰهُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشِّيْعَةَ اَصْلُ الشِّيَعِ وَالرِّفْضِ مَاخُوْذٌ مِّنَ الْيَهُوْدِيَّةِ

یعنی امام عالی مقام فرماتے ہیں کہ اس شخص کے لئے جہنم ہے جس نے ہم پر جھوٹے بہتان باندھے ہیں اور ایک قوم ہمارے متعلق ایسی ایسی باتیں گھڑتی ہے جو ہم نہیں کہتے ہم ان سے بری ہیں اور اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہم ان سے بری ہیں امام عالی مقام نے دو دفعہ فرمایا (اس کے بعد) فرمایا کہ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے حضرت علی کو جھٹلایا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ میں نے ان کی خدمت میں عبداللہ بن سبا کا ذکر کیا تو اس کا نام سن کر آپ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر اس نے بڑی بات کا دعویٰ کیا تھا اور خدا کی قسم علی علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول کے بھائی ہیں (ﷺ) آپ نے جو بھی کرامت حاصل کی فقط اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کی وجہ سے حاصل کی ہے۔ اور رسول اللہ (ﷺ) نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے کرامت حاصل کی ہے۔ (پھر فرمایا) اور جو شخص حضرت علی پر جھوٹے بہتان باندھتا تھا اور آپ کی سچی باتوں کو جھوٹ کے ساتھ تعبیر کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتا تھا وہ عبداللہ بن سبا تھا (اس کے بعد کہا) بعض علماء نے کہا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ اسلام ظاہر کیا اور حضرت علی کا قول اور ان کی محبت کا دم بھرنے لگا۔ جب یہودی تھا تو حضرت یوشع بن نون کو حضرت موسیٰ کا وصی (خلیفہ بلا فصل) کہنے میں غلو کرتا تھا اور اپنے اسلام کی حالت میں کہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت علی وصی (خلیفہ بلا فصل) ہیں اور سب سے پہلے جس شخص نے رفض کے ساتھ حضرت علی کی امامت بلا فصل کا قول کیا ہے۔ وہ عبداللہ بن سبا تھا (پھر کہا) اسی وجہ سے جو شخص بھی شیعہ کا مخالف ہے وہ یہی کہتا ہے کہ تشیع و رفض کی جڑ یہودیت ہے الخ۔

شیعہ منافق ہیں

چونکہ اس تحریر سے میرا مقصد صرف مخلصانہ مشورہ ہے اور اہل بصیرت حضرات کی خدمت میں غور و فکر کرنے کی درخواست ہے۔ اگر اہل تشیع حضرات برا نہ منائیں تو ان کو ائمہ معصومین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چند ملفوظات اور بھی سناؤں۔ اور یہ مشورہ دوں کہ ائمہ معصومین چونکہ کذب اور جھوٹ سے مبرا اور منزہ ہیں۔ اس لئے ان کے کلام کو سچا جان کر اس پر ایمان لائیں۔

رجاء الکشی صفحہ ۱۹۳

قَالَ اَبُو الْحَسَنِ علیه السّلام مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ آيَةً فِي الْمُنَافِقِيْنَ اِلَّا وَهِيَ فِيْ مَنْ يَنْتَحِلُ الشِّيْعَةَ الخ

یعنی امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ نے جو آیات بھی منافقین کے بارے میں نازل فرمائی ہیں۔ تو ان منافقین سے مراد صرف وہی لوگ ہیں جو اپنے آپ کو شیعہ بیان کرتے ہیں۔ ۱۲

درحقیقت تقیہ سے زیادہ وجہ تشبیہ اور ہو ہی کیا سکتی ہے۔

اسی طرح کافی کتاب الروضہ صفحہ ۱۰۷ میں ہے۔ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں اپنے شیعوں کو باقی لوگوں سے جدا کروں تو صرف زبانی وصف کرنے والے ہی پاؤں گا۔ اور اگر میں ان کے ایمان کا امتحان لوں تو تمام کے تمام مرتد دیکھوں گا اور اگر میں اچھی طرح چھان بین کروں تو ہزار میں سے ایک بھی نہ ملے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ لوگ کہتے ہیں ہم علی کے شیعہ ہیں۔ حقیقتاً علی کا شیعہ وہی ہے جو ان کے قول و فعل کو سچا جانتا ہے اور رجاء الکشی صفحہ ۱۹۴ میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ ایسی قوم ہے جو گمان کرتی ہے کہ میں ان کا امام ہوں خدا کی قسم میں ان کا کوئی امام نہیں کیونکہ وہ لوگ اللہ کے ملعون ہیں۔ جتنی دفعہ بھی میں نے عزت کا سامان مہیا کیا۔ تو ان لوگوں نے اس کو خراب کیا ہے۔ اللہ ان کی

عزت کو خراب کرے۔ میں کچھ کہتا ہوں تو یہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ میری مراد ظاہری الفاظ سے ہے۔ میں صرف انہی لوگوں کا امام ہوں جن لوگوں نے میری صحیح معنی میں تابعداری کی ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۸ میں ہے کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ رات کو جب میں سوچتا ہوں تو سب سے زیادہ دشمن انہی لوگوں کو پاتا ہوں۔ جو ہماری محبت و تولی کا دم بھرتے ہیں۔

قاتلین امام حسین

اب تھوڑا سا غور اس بات پر بھی کرلیں کہ امام عالی مقام سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کو کن لوگوں نے شہید کیا۔ اور وہ کون لوگ تھے۔ جنہوں نے مکر و فریب کے ساتھ لاتعداد دعوت نامے لکھے تھے۔

احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۷ حضرت سیدنا امام زین العابدین کوفیوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تم نہیں جانتے کہ تم ہی لوگوں نے میرے والد ماجد کی طرف خط لکھے اور تم ہی نے ان سے دھوکا کیا اور تم ہی لوگوں نے اپنی طرف سے عہد و پیمان باندھے، بیعت کی اور تم ہی لوگوں نے ان کو شہید کیا اور ان کو تکلیفیں دیں۔ پس جو ظلم تم نے کمائے ان کی وجہ سے ہلاکت ہے تمہارے لئے اور تمہارے برے ارادوں کے لئے۔ تم نے میری آل کو قتل کیا اور میرے خاندان کو تکلیفیں پہنچائیں۔ پس تم میری امت سے نہیں ہو۔ اور کتاب کشف الغمہ صفحہ ۱۸۷ پر اہل کوفہ کے دعوت ناموں کی بعینہ عبارت کی نقل موجود ہے۔ ملاحظہ فرماویں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم لِلْحُسَیْنِ ابْنِ عَلِیٍّ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ شِیْعَتِہٖ وَ شِیْعَۃِ اَبِیْہِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْکَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ النَّاسَ مُنْتَظِرُوْکَ وَلَا اَرٰی لَھُمْ غَیْرَکَ فَالْعَجَلَ الْعَجَلَ یَا بْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ

یعنی حضرت حسین ابن علی امیر المومنین کی طرف ان کے شیعوں کی

جانب سے یہ دعوت نامے ہیں۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو۔اس کے بعد گذارش ہے کہ لوگ آپ کے انتظار میں ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغیر ان کی نگاہ کسی پر نہیں پڑ رہی۔ اے اللہ کے رسول (ﷺ) کا خانوادہ جلد از جلد تشریف لائیے (تاکہ یہ انتظار بھی ختم ہو)

کتاب مجالس المومنین صفحہ ۲۵۰ کی عبارت بھی ملاحظہ ہو کہ کوفہ میں کون لوگ تھے؟ جنہوں نے دعوت نامے بھیجے۔

باالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت بہ اقامت دلیل ندارد و سنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل و محتاج بدلیل است

یعنی اہل کوفہ کا شیعہ ہونا محتاج دلیل نہیں بلکہ بدیہی امر ہے اور اہل کوفہ کا سنی ہونا عقل و نقل کے خلاف ہے۔

اب ذرا ان کوفیوں کے متعلق اور محبت و تولی کے علمبرداروں کے متعلق امام عالی مقام سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ کا دوسرا ارشاد بھی سن لیں۔ کتاب مناقب المعصومین صفحہ ۵۲ مطبوعہ ایران "اے شیعان، اے محبان لعنت خدا و لعنت رسول (ﷺ) بر تمامی اہل کوفہ و شام باد" یعنی اے شیعو! اے محبو! اللہ کی لعنت اور اللہ کے رسول (ﷺ) کی لعنت تم تمام اہل کوفہ و شام پر ہو۔

غالباً ائمہ کرام کی جن روایات کو ظاہر کرنا ذلت کا موجب تھا اور جن کے چھپانے کے متعلق بانیان مذہب شیعہ نے تاکیدیں کی تھیں اور اس بارے میں روایتیں گھڑی تھیں۔ وہ یہی ائمہ کرام کی حدیثیں ہیں جن کا نمونہ پیش کر چکا ہوں۔ واقعی اگر ائمہ کرام کے یہ ارشادات لوگوں کو سنائے جائیں تو کون بے وقوف شیعہ مذہب اختیار کرے گا۔

تفسیر قمی صفحہ ۳۴، مطبوعہ ایران میں آیت کریمہ "اِذْ تَبَرَّأَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ☆ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ

عَلَيْهِمْ وَمَاهُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنَ النَّارِ (حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس کی
تفسیر میں فرماتے ہیں اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ تَبَرَّا كُلُّ اِمَامٍ مِنْ شِيْعَتِهٖ وَتَبَرَّأَتْ كُل
شِيْعَةٍ مِنْ اِمَامِهَا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر امام اپنے شیعہ سے بری ہوگا اور ہر
شیعہ اپنے امام سے بری ہوگا، اور ان پر تبرا کرے گا۔

اسی طرح یہی روایت حضرت امام جعفر صادق سے اصول کافی صفحہ ۲۳۷
موجود ہے۔ وغیر ذلك مالا تحاط بالحد ولا تنتهی بالعد

تقیہ کی ضرورت

ظاہر ہے کہ ائمہ صادقین کے یہ ارشادات اور یہ حدیثیں اہل تشیع کے لئے ظاہر
کرنا موت کا پیغام تھا تو ان کو چھپانے کے لئے کیوں نہ تقیہ کے باب باندھے جاتے۔

حضرات! ان روایات کا نمونہ جو میں نے پیش کیا ہے اس سے اہل تشیع کے مذہب
کی ایک جہت سے تائید بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنے اماموں کے ارشادات کو خوب
چھپایا اور خوب ان پر پردہ ڈالا کہ ائمہ صادقین پر اتہام تقیہ لگا کر ان کے کسی قول ا
فعل کو یقین کے قابل نہ چھوڑا اور ان کے ارشاد و اعمال کے خلاف ایک مذہب گھڑ
ان پر پردہ ڈال دیا۔ مگر جس طرح اہل تشیع کے مذہب میں صحیح اور سچی بات کو چھ
فرض ہے۔ اسی طرح اہل السنۃ کے مذہب میں صحیح اور سچی بات کو ظاہر کرنا فرض۔
اس لئے مجبوراً ظاہر کی ہیں اور وہ بھی بہت کم تا کہ اہل تشیع حضرات برا نہ منائیں۔ ور
سخن بسیار است۔

صاحب کشف الغمہ نے اہل السنت غریبوں کو تو اس اتہام سے کوسا کہ وہ ا
طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایتیں نہیں لیتے بلکہ ان کی روایات
پھینک دیتے ہیں۔ (نقل کفر کفر نباشد) اس لئے ائمہ طاہرین کی روایات شیعان و محبا
کی مستند و معتبر کتابوں سے ہی لینا پڑیں تا کہ شیعان اور محبان سیاہ پوشان تو کم از کم ا
کرام کے ارشادات اور ان کے فرامین کو سچا مانیں اور ان پر ایمان لا کر صحیح نصب العی

مقرر فرمادیں۔ اور ائمہ طاہرین، معصومین، صادقین کی تصریحات کے خلاف خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہ اجمعین کے حق میں من گھڑت قصے کہانیوں کی بنا پر غاصب یا ظالم کہنا چھوڑ دیں۔

خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق قطعی اور یقینی علم ہر لحاظ سے ائمہ صادقین ہی کو ہو سکتا ہے۔ ان کے ارشادات کو دیکھیں جو خلفائے راشدین کے مناقب میں خود اہل تشیع کی مستند و معتبر کتابوں میں حد و حساب سے باہر ہیں جن کا نمونہ عرض کر چکا ہوں۔ جن کے اعمال ناموں کے ساتھ مولا علی رشک فرمادیں۔ جن کو حضرت علی امام الہدیٰ اور شیخ الاسلام فرمادیں جن کے متبعین کو صراط مستقیم پر پکا یقین فرمادیں۔ جن کی اتباع کو سراسر ہدایت یقین فرمادیں۔ ان تمام ارشادات کے برعکس ان کو ظالم اور غاصب کہنا سراسر حضرت علی المرتضیٰ اور باقی ائمہ کی تکذیب ہی ہے اس کے سوا انصاف سے بتایئے اور کیا ہے؟

باغ فدک

جہلا اور ان پڑھ و ناواقف لوگوں کو باغ فدک کے قصے گھڑ کر سنانا اور ان کو ائمہ صادقین کے صریح غیر مبہم اور واضح ارشادات سے منحرف کرنا چھوڑ دو۔

غور سے سنئے فدک کے متعلق اصول کافی صفحہ ۳۵۱

وَكَانَتْ فِدَكُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰهُ علیه وسلم خَاصَّةً لِاَنَّهٗ فَتَحَهَا وَاَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ لَمْ يَكُنْ مَّعَهُمَا اَحَدٌ فَزَالَ عَنْهُ اسْمُ الْفَيْءِ وَلَزِمَهَا اسْمُ الْاَنْفَالِ

یعنی فدک صرف رسول اللہ ﷺ کا تھا کیونکہ اس کو صرف رسول اللہ ﷺ ہی نے فتح کیا تھا اور امیر المومنین نے جن کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا۔ تو اس کا نام فئی نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا نام انفال ہے۔

اب یہ تحقیق کہ اس غزوہ میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ بجز حضرت علی کے

اور کوئی صحابی نہ تھا۔ واقف حال حضرات پر چھوڑتے ہیں۔ سر دست صرف اتنی گزارش کرتے ہیں کہ کافی کی تصریح سے اتنا تو واضح ہو گیا کہ فدک فئی نہیں تھا بلکہ انفال تھا۔ تو اب انفال کے متعلق حضرت امام عالی مقام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا واضح اور کھلا فیصلہ ملاحظہ فرمالیں۔

اصولی کافی صفحہ نمبر ۳۵۲

قَالَ الْاَنْفَالُ مَالَمْ یُوْجَفْ عَلَیْهِ بِخَیْلٍ وَلَا رِکَابٍ اَوْقَوْمٌ صَالَحُوْا اَوْ قَوْمٌ اَعْطَوْا بِاَیْدِیْهِمْ وَکُلُّ اَرْضٍ خَرِبَةٍ اَوْبُطُوْنِ اَوْدِیَةٍ فَهُوَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم وَهُوَ لِلْاِمَامِ بَعْدَهٗ یَضَعُهٗ حَیْثُ یَشَآءُ

امام عالی مقام انفال کی تعریف اور اس کا حکم بیان فرماتے ہیں کہ انفال وہ ہوتا ہے جس کا حصول فوج کشی کے ساتھ نہ ہو یا دشمن جنگ کی مصالحت پر پیش کرے یا ویسے کوئی قوم کسی حکومت اسلامیہ کو اپنے اختیار سے دے یا وہ زمین جو لاوارث غیر آباد چلی آتی ہو یا دریاؤں اور پہاڑی نالوں کا پیٹ ہو تو یہ سب انفال ہیں حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں انفال کے واحد مالک رسول اللہ ﷺ تھے۔ آپ کے بعد جو امام اور خلیفہ ہو گا وہی مالک ہو گا۔ جس طرح چاہے اس کو خرچ کرے۔

اسی طرح فروع کافی صفحہ ۶۲۶ ملاحظہ فرمائیں اور اصول کافی صفحہ ۳۵۱ پر بھی فدک کو انفال ثابت کیا گیا ہے۔ تو فدک کا انفال ہونا جب تسلیم کر لیا گیا اور انفال کے متعلق یہ تسلیم کر لیا گیا کہ امام اور خلیفہ اس کے تصرف میں مختار عام ہے اور خلفائے راشدین کی امامت بحوالہ شافی و تلخیص الشافی و نہج البلاغۃ و ابن میثم وغیرہ ثابت اور محقق ہو چکی ہے اور بحوالہ کشف الغمہ ان کی صدیقیت اظہر من الشمس ہے اور بحوالہ ابن میثم و نہجہ البلاغۃ و کافی وغیرہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا ثابت ہو چکا ہے اور حضرت امام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے غیر مستحق

خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے کا فتویٰ قیامت تک نہ مٹنے والے نقوش کے ساتھ دے دیا ہے۔ تو پھر ان ائمہ ہدیٰ نے اگر فرض بھی کر لیں کہ حسب ادعاء شیعہ فدک کو تقسیم نہیں فرمایا۔ تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور ائمہ صادقین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عین مذہب و عین دین کے مطابق عمل فرمایا۔ پھر ظلم اور غصب کے اتہامات کس قدر لغو اور بے معنی ہیں۔ آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اور امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اور امام عالی مقام سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور امام سیدنا زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور امام سیدنا محمد باقر رضی اللہ عنہ اور امام عالی مقام سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی تو یہی سنت اختیار فرمائی اور فدک کا تقسیم کرنا جائز نہ سمجھا۔ اسی طریقے پر عمل در آمد فرمایا جس طریقے پر کہ خلفائے راشدین نے فرمایا تھا۔

یقین نہ آئے تو اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب کشف الغمہ صفحہ ۱۴۷ سطر ۲۳ ملاحظہ فرماویں کہ سب سے پہلے عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنو امیہ کا فدک کو تقسیم کرنا مرقوم ہے۔

راویوں کا تجزیہ

اہل السنّت والجماعت پر اعتراض کرنے سے پہلے اہل السنّت والجماعت کے مذہب کے متعلق واقفیت ضروری ہے۔ ذاکرین اہل تشیع جب اپنے اصول مذہب سے ناواقف ہیں تو اہل السنّت والجماعت کے اصول کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ میاں!! اہل السنّت والجماعت کے مذہب کا اصل الاصول یہ ہے کہ حدیث کی صحت یا ضعف، راوی کی صحت یا ضعف پر موقوف ہے۔ اگر حدیث کا راوی صحیح العقیدہ، سچا صحیح حافظہ والا ہے تو اس کی روایت کو صحیح مانا جائے گا۔ ورنہ روایت ضعیف کہلائے گی۔ فدک والی روایت میں ایک شخص محمد بن مسلم ہے جس کو ابن شہاب زہری بھی کہتے ہیں۔ صرف یہی راوی یہ روایت کرتا ہے۔ اس کے ساتھ دوسرا کوئی شاہد نہیں اور یہ ابن شہاب زہری اہل تشیع کی اصول کافی میں بیسیوں جگہ روایتیں کرتا نظر آتا ہے۔ اور اہل تشیع کی فروع

کافی نے تو اس کی روایتوں کے بل بوتے پر کتاب کی شکل اختیار کی ہے تو بھائیو! اہل تشیع کے اس قدر مشہور اور معروف کثیر الروایت آدمی کی روایت سے اہل السنت پر الزام قائم کرنا اور ائمہ صادقین کو جھٹلانا عجیب نظر و فکر ہے۔ اگر اہل تشیع کے راویوں کی روایات اہل السنت کے لئے قابل توجہ ہوتیں۔ تو پھر بخاری ہو یا کافی کلینی اس میں کیا فرق تھا۔ آپ کی مزید تسلی کے لئے اسی محمد بن مسلم بن شہاب زہری صاحب کو کتاب منتہی المقال یا رجال بو علی میں شیعوں کی صف میں بے نقاب بیٹھا ہوا دکھاتے ہیں۔ دیکھو کتاب رجال بو علی جہاں صاف لکھا ہوا ہے کہ محمد بن مسلم بن شہاب زہری شیعہ ہے تو فدک کا جھگڑا اب تو ختم کرو۔ ہم ابن شہاب زہری کو اچھا سمجھتے۔ اگر گھر کے بھیدی یہ بھید نہ کھولتے۔ اس کے باوجود بھی اس کی روایت پر غور کرتے۔ اگر کوئی ایک دوسرا بھی اس کے ساتھ مل کر شہادت دیتا۔ اہل السنت والجماعت غریب اس قدر مظلوم ہیں کہ ان کے مذہب کے مخالف اگر کوئی شیعہ اور وہ بھی اکیلا روایت کرے تو اس کو اہل سنت پر بطور الزام پیش کیا جاتا ہے۔ اور اہل تشیع اس قدر با اختیار ہیں کہ ان کی اپنی کتابوں میں ائمہ معصومین کی سند سے کوئی حدیث بیان کی جائے تو ان کو یہ سب ہی کچھ تامل نہیں ہوتا کہ یہ امام اکیلے روایت کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی دوسرا شاہد نہیں لہذا یہ خبر آحاد ہے اور قابل اعتبار نہیں رہ (دیکھو تلخیص الشافی جلد ا صفحہ ۴۲۸ مطبوعہ نجف اشرف یہ عبارت گزر چکی ہے)۔

× ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا ×

اب رہا یہ سوال کہ اہل سنت کی کتاب میں شیعہ صاحب نے روایت کو کیسے لکھ دیا تو اس کے جواب میں ہمارا صرف یہ کہنا کہ ہمیں پتہ نہیں چلنے دیا۔ کافی ہو سکتا ہے میاں! جب پہلے زمانہ میں نہ چھاپہ خانے تھے۔ نہ کاپی رائٹس محفوظ کرائے جاتے تھے۔ قلمی کتابیں تھیں۔ ہر شخص نقل کر سکتا تھا۔ علی الخصوص وہ لوگ جن کا مذہب و دین

ہی تقیہ وکتمان ہو۔ نہایت آسانی کے ساتھ تشریف لا سکتے تھے اور علمائے اسلام کے نہایت محب بن کر ان کی کتابوں میں حسب ضرورت کارستانیاں کر سکتے تھے اس پر بھی ثبوت کی ضرورت ہو تو قاضی نور اللہ شوستری کی مشہور ترین کتاب مجالس المومنین صفحہ ۲ مطالعہ فرمالیں۔ کہ ہم لوگ شروع شروع میں سنی، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی بن کر اہل سنت کے استاذ اور ان کے شاگرد بنے رہے۔ ان سے روایتیں لیتے تھے۔ ان کو حدیثیں سناتے تھے اور تقیہ کی آڑ میں اپنا کام کرتے رہے۔ کتاب ایران کی چھپی ہوئی ہے۔ فارسی زبان میں ہے ہر شخص مطالعہ کر سکتا ہے۔ تو یہ کیا مشکل تھا۔ کہ اسی آڑ میں کسی غریب سنی کی کتاب میں یہ کار فرمائی بھی کر لی ہو۔

حدیث کو پرکھنے کی کسوٹی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالہ سے کہنا کہ انہوں نے بخاری شریف کی تمام روایات کو برحق اور صحیح ہی تسلیم فرمایا ہے۔ غلط اور جھوٹ ہے۔ شاہ صاحب مرحوم فقط مرفوع حدیث کے متعلق صحت کا دعویٰ کرتے ہیں اور باغ فدک کی تقسیم نہ کرنے کی روایت مرفوع نہیں۔ (مرفوع حدیث صرف وہی ہوتی ہے جو رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہو یا حضور ﷺ کا عمل ہو یا حضور ﷺ نے اپنے زمانہ اقدس میں کوئی عمل ملاحظہ فرمانے کے بعد اس کو جائز اور برقرار رکھا ہو۔ دیکھو فن حدیث شریف کے متعلق علمائے حدیث کی تصریحات) اور فدک کے متعلق روایات بعد کے واقعات پر مشتمل ہو سکتی ہیں۔ اگر ہم اہل تشیع کے اس راوی کو سچا بھی مان لیں اور غیر مذہب ہونے کے باوجود اس کی روایت کو اپنی کتاب میں لکھ بھی لیں۔ اور یہ بھی تسلیم کریں کہ خود ہم نے اس کی روایت کو اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ تو پھر بھی ہمارے اصول کے مطابق بلکہ اہل تشیع کے اصول کے مطابق یہ روایت قابل حجت نہیں۔ کیونکہ صرف ایک راوی ہے لہٰذا خبر آحاد ہے اور خبر آحاد حجت نہیں ہوتی۔ اہل سنت کے اصول کو نظر انداز کر کے خود اہل تشیع کے امام الطائفہ ابو جعفر طوسی کی

کتاب تلخیص الشافی جلد ۲ صفحہ ۴۲۸ کا مطالعہ کریں جہاں صاف لکھا ہے کہ خبر آحاد نا قابل حجت ہوتی ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور غریب اہل السنت والجماعت ائمہ کرام کی روایات کو تو سر آنکھوں پر تسلیم کرتے ہیں۔ اور اگر کسی غیر مذہب کی منفرد روایت کو بھی اس طرح تسلیم کریں کہ جس کے تسلیم کرنے سے تمام آئمہ طاہرین کی بھی تکذیب لازم آتی ہو۔ شان رسالتمآب ﷺ کے متعلق بھی برا عقیدہ لازم آتا ہو تو بھائی ہمیں اس کجروی سے معاف رکھئے۔ ہم سے یہ توقع رکھ کر ہم پر الزام قائم نہ کریں۔ ہمارا اتنا حوصلہ نہیں۔ ہم تو اس قصے کو الف لیلیٰ سے زیادہ وقعت نہیں دے سکتے۔ فدک کے متعلق مزید تحقیق دیکھنا چاہیں تو کتاب "بنیات" مولفہ جناب سید محمد مہدی علی خانصاحب تحصیلدار مرزاپور جلد دوم مطالعہ فرمادیں۔ یہ حقیقت ہے کہ تحصیلدار صاحب موصوف کے دلائل اور بحث نہایت محققانہ اور فاضلانہ ہے جن دلائل کو اور جس بحث کو صاحب موصوف نے قلمبند فرمایا ہے۔ انہی کا حصہ ہے۔

تحصیلدار صاحب کی وسعت نظر اور ان کی مبصرانہ بحث قابل تحسین ہے۔ میں گزارش کر رہا تھا کہ ائمہ معصومین کی تصریحات کے بالمقابل اس قسم کی روایات گھڑنا اور ان کے صریح ارشادات کے معانی و مطالب میں غلط تصرفات اور نامعقول تبدیلیاں کرنا اور بعید از قیاس مفہومات بیان کرکے اللہ کے مقدس گروہ کی شان میں سب و شتم کے لئے منہ کھولنا حد درجہ جسارت اور (گستاخی معاف)۔ حد درجہ بے ایمانی ہے۔ اہل السنت والجماعت کے مذہب کے خلاف اعتراض کرنے اور ان پر کوئی بھی الزام لگانے سے پیشتر یہ ضرور مد نظر رکھا جائے کہ ان کے مذہبی اصول کیا ہیں۔ اہل السنت والجماعت کے سامنے کوئی بھی روایت پیش کی جائے تو سب سے پہلے ان کی نگاہیں سند کو تلاش کرتی ہیں۔ سند کے تمام اشخاص ان کی کتب اسمائے رجال کی تصریح کے مطابق اگر اہل سنت سچے، راستباز، صحیح حافظہ والے ثابت ہو جائیں تو پھر بے دھڑک ان پر ایسی روایات کو بطور الزام پیش کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر سند میں ایک راوی

بھی بدمذہب جھوٹا، سئی الحفظ، دھوکا دینے والا ثابت ہو جائے۔ تو اس روایت کو الزام دینے والے کے گلے میں لٹکا دیتے ہیں کیونکہ ان کا مذہب اس قسم کی روایات پر مبنی نہیں۔ فرض بھی کرلیں کہ اس قسم کی روایات اہل سنت کی کتابوں میں کسی تقیہ باز کی کرم فرمائی کی وجہ سے درج ہوں۔ مگر ان کی نگاہ امتیاز سے ہر وقت بچنا چاہئے۔ اِتَّقُوْا مِنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ (مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے) بلکہ اہل سنت کے ہاں روایت کی جانچ پڑتال کے لئے علم الاسناد کے علاوہ حدیث متواترہ اور قرآن کریم بھی ہے۔ کہ جو روایت قرآن حکیم اور احادیث متواترہ کے برخلاف ہوگی۔ اس کو ناقابل عمل و ناقابل تسلیم کا درجہ دیتے ہیں۔ خواہ ایسی روایت کی سند کے متعلق کسی قسم کا تبصرہ نہ بھی کیا گیا ہو۔ غرضیکہ صداقت و سچائی و راست بازی کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔ اور اسی کو ہر روایت و درایت کا مبنی علیہ یقین کرتے ہیں۔ اور اسی پر ان کے مذہب کی بنا ہے۔

کاش اہل تشیع بھی کم از کم ایسے لوگوں کی روایت پر عمل نہ کرتے۔ جن کو ائمہ صادقین نے ان کی اپنی کتابوں میں کذاب (بڑا جھوٹا) وضاع (من گھڑت) روایتیں گھڑنے کا بہت زیادہ عادی و لعنتی وغیرہ کلمات کے ساتھ سرفراز فرمایا۔ تو مجھے یقین کامل ہے کہ شیعہ سنی نزاع دیکھنے میں نہ آتا۔ مثلاً اہل تشیع کی مخصوص روایتوں کے راویوں کو رجال الکشی وغیرہ میں دیکھئے اور میری اس گزارش کی تصدیق کیجئے اور جن راویوں کے متعلق ائمہ معصومین نے مذکورہ بالا کلمات نہیں فرمائے۔ تو ان کی روایتیں کلیتہً نہیں تو بالاکثریت اہل السنت والجماعت سے ملتی جلتی ہیں جن کو بغرض خیر خواہی اہل تشیع کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے اور باقی علماء حضرات بھی پیش کرتے رہتے ہیں۔

نماز جنازہ میں تکبیریں

عقائد کے متعلق تو نمونہ کے طور پر بعض روایتیں پیش کی گئی ہیں۔ اعمال کے متعلق بھی ایک روایت مثال کے طور پر پیش کی جاتی ہے جو نماز جنازہ میں تکبیروں کی

تعداد کے بارے میں فروع کافی جلد ا صفحہ ۹۵ پر درج ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ أُمِّهِ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِاللّٰهِ عليه السلام يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا صَلّٰى عَلٰى مَيِّتٍ كَبَّرَ وَتَشَهَّدَ ثُمَّ كَبَّرَ ثُمَّ صَلّٰى عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَدَعَا ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ وَدَعَا لِلْمَيِّتِ ثُمَّ كَبَّرَوَا نصرَف فَلَمَّا نَهٰى اللّٰهُ عزوجل عَنِ الصَّلٰوةِ عَلٰى الْمُنَافِقِيْنَ كَبَّرَ وَتَشَهَّدَ ثُمَّ كَبَّرَ وَ صَلّٰى عَلٰى النَّبِيِّيْنَ صلى الله عليهم وسلم ثُمَّ كَبَّرَ فَدَعَا لِلْمُؤْمِنِيْنَ ثُمَّ كَبَّرَ وَانْصَرَفَ وَلَمْ يَدْعُ لِلْمَيِّتِ

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بھانجے حضرت محمد ابن مہاجر، اپنی والدہ ماجدہ سے روایت فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ "شروع میں" جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تھے تو تکبیر کہتے تھے۔ پھر شہادت پڑھتے تھے پھر تکبیر کے بعد انبیاء علیہم السلام پر درود شریف پڑھتے تھے اور دعا مانگتے تھے۔ پھر چوتھی تکبیر کے بعد میت پر دعا مانگتے تھے۔ پھر پانچویں تکبیر کے بعد سلام پھیرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا تو اس کے بعد ہمیشہ جنازہ میں چار تکبیریں پڑھتے تھے اس ترکیب کے ساتھ کہ پہلی تکبیر کے بعد شہادت دوسری تکبیر کے بعد درود شریف تیسری تکبیر کے بعد مومنین (احیاء و اموات) کیلئے دعا فرماتے تھے۔ پھر چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیرتے تھے۔ ۱۲

اب منافقوں پر پانچ تکبیریں اور مومنین پر چار تکبیریں پڑھا جانا ائمہ معصومین کی روایت سے کس طرح واضح ہے اور امام عالی مقام کی روایت سے روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گیا کہ جب منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا گیا تو اس کے بعد ہمیشہ چار تکبیریں ہی پڑھی جاتی تھیں۔ منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنے سے اس آیت

کریمہ کے ذریعہ منع فرمایا گیا۔ ولا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا (کہ اے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول (ﷺ) آپ کبھی کسی منافق پر نماز جنازہ نہ پڑھیں) اب اہل تشیع نے جو پانچ تکبیریں اپنے مذہب میں رائج کر رکھی ہیں اس لی یہی وجہ سمجھ میں آسکتی ہے کہ اہل تشیع کے اسلاف نے اپنے میتوں پر جو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ تو اسی کو اپنالیا اور جب منافقین پر نماز جنازہ ممنوع ہوئی تو اہل تشیع کے اسلاف حسب ارشاد باری عزاسمہ۔ ولتعرفنهم بسيماهم تقیہ کے پردے میں نہ چھپ سکنے کی وجہ سے غالبًا غیر حاضر رہتے ہوں گے۔ اسی لئے جو انہوں نے آنکھوں سے نہیں دیکھی۔ اس کو جائز نہ سمجھا تاہم ائمہ صادقین کے ارشاد پر ان کو اور نہیں تو تقیۃً ایمان لانا چاہیے تھا اور بظاہر اس پر عمل کرتے ہوئے چار تکبیریں ہی نماز جنازہ میں پڑھتے مگر منشی قضاء و قدر نے ان دو قسموں کی نماز جنازہ کو دونوں فرقوں کی قسمت میں الگ الگ لکھ دیا ہے۔ ورنہ مومنین پر چار تکبیر والی نماز جنازہ خود اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب کافی میں ائمہ معصومین سے مروی ہے اور اسی پر ہمیشہ کا معمول رہنا فرمایا گیا ہے جیسا کہ امام جعفر صادق کی حدیث میں واضح طور پر موجود ہے جو ابھی بیان ہو چکی ہے اب تقدیر کو تدبیر کیسے بدل سکتی ہے۔

ائمہ معصومین کے صاحبزادوں کے اسماء گرامی

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ ائمہ معصومین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے فرزندوں دلبندوں کے نام مبارک ابو بکر، عمر، عثمان رکھے ہیں۔ اور اہل تشیع کی تقریبًا ہر کتاب میں جہاں بھی ائمہ معصومین کی اولاد معصومین کا بیان اور ان کے اسمائے گرامی ذکر آتا ہے۔ یہ حقیقت واضح ہے۔

جلاء العیون مصنفہ باقر مجلسی میں بالتصریح موجود ہے۔ اور کشف الغمہ صفحہ ۱۳۲، ۲۲۴ پر حضرت سیدنا امام عالی مقام علی کرم اللہ وجہہ کے ایک صاحبزادے صاحب کا نام مبارک ابو بکر دوسرے کا نام مبارک عمر، تیسرے کا نام مبارک عثمان، موجود ہے

اور یہ بھی تصریح ہے کہ یہ تینوں حضرات اپنے بھائی کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ جلاء العیون میں ہے کہ امام عالی مقام شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک فرزند کا نام عمر ہے جو علی اکبر کے نام سے مشہور تھے۔ کشف الغمہ صفحہ ۱۷۱ میں ہے کہ امام عالی مقام سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ایک صاحبزادہ صاحب کا نام مبارک ابو بکر دوسرے کا نام مبارک عمر ہے۔ کشف الغمہ صفحہ ۲۰۰ میں ہے کہ امام عالی مقام سیدنا علی بن الحسین زین العابدین رضی اللہ عنہم کے ایک صاحبزادے صاحب کا نام مبارک عمر ہے کشف الغمہ صفحہ ۲۴۳ میں امام عالی مقام ابو الحسن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے صاحب کا نام مبارک ابو بکر ہے۔ دوسرے کا نام عمر ہے۔

وقت تحریر چونکہ میرے پاس جلاء العیون موجود نہیں ورنہ اس کے صفحات بھی درج کرتا۔ صفحات یاد نہیں ہیں۔ علماء حضرات کتاب دیکھ کر صفحات لگالیں۔

کتاب ناسخ التواریخ میں ہر ایک امام کے فرزندوں کے نام اور ان کے فرزندوں کے فرزندوں کے نام حتیٰ کہ کئی پشتوں تک ابو بکر، عمر، عثمان ہیں۔

اب جن مقدس ہستیوں نے اپنے دلبندوں کے نام ابو بکر، عمر، عثمان رکھے تھے۔ بہر صورت وہی ہستیاں ان کے مراتب اور فضائل سے زیادہ واقف ہو سکتی ہیں نہ کہ ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد آنے والے لوگ (اور اگر گستاخی نہ ہو) تو ایسے لوگ جو قرآن کریم کی کسی آیت کا صحیح ترجمہ کرنا تو کجا خود صحیح تلاوت کرنے سے بھی نابلد ہیں۔ علوم عربیہ پر مہارت تو بڑی دور کی چیز ہے۔ نام کے واقف بھی نہیں تو ایسے لوگوں کو یہ حق کہاں سے پہنچتا ہے؟ کہ ائمہ دین کے واضح طرز عمل کے خلاف ان تصریحات کے متناقض و برعکس خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اعلیٰ وارفع شان کے متعلق کوئی نظریہ قائم کریں اور اسی من گھڑت عقیدے کے تحت اللہ کے مقبولوں کے نام لے کر ان کے حق میں سب بکنا عبادت تصور کریں اتنا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اپنی اولاد کا نام بہتر سے بہتر رکھا جاتا ہے۔ آئندہ اولاد کی

ت --نام رکھنے میں تو ایک غریب سے غریب آدمی بھی بچے کا نام شاہجہان رکھنا
پسند کرتا ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا کہ کسی نے بھی اپنے فرزند دلبند کا نام ایسا رکھا ہو
ں کو وہ برا مانتا ہے۔ مثال کے طور پر کوئی بڑے سے بڑا محب اپنے لڑکے کا نام ابن
یا شمر، یزید وغیرہ نہیں رکھ سکتا۔ تو تمام ائمہ کرام اپنے فرزندوں، امام زادوں کے
یسے کیوں رکھ سکتے تھے جن کو وہ اچھا نہ جانتے ہوں۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک
بکر، عمر، عثمان انتہا درجہ فضل و کمال، تقدس اور رفعت شان پر فائض ہستیاں تھیں
ا کہ پہلے اوراق میں ائمہ معصومین کی تصریحات کو بطور نمونہ پیش بھی کر چکا ہوں۔

ے نام سے اجتناب

اگرچہ اہل عقل کے نزدیک ائمہ معصومین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اپنے
ندوں کا نام ان مقدس ہستیوں کے نام پہ رکھنا ان کے علو مرتبت و رفعت شان
بڑی زبردست دلیل ہو سکتی ہے۔ مگر ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ اہل تشیع کی
رترین کتابوں میں یہ تصریح بھی موجود ہے کہ ائمہ طاہرین کے نزدیک کسی ایسے
ں کا نام اپنی اولاد کیلئے تجویز کرنا جس پر اللہ تعالیٰ خوش نہ ہو یہ ہرگز جائز نہیں۔ مثال
طور پر کشف الغمہ صفحہ ۲۴۴ جہاں حضرت امام ابوالحسن موسیٰ رضا اور امام جعفر
ق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں اپنے ایک شیعہ یعقوب سراج کو حکم دے
ہے ہیں۔ کہ کل جو تو نے اپنی لڑکی کا نام رکھا ہے۔ جلد اس کو بدل لو کیونکہ یہ ایسے
ں کا نام ہے جس پر خدا خوش نہیں۔ تو جو دوسروں کی اولاد کا نام بدلنے کا حکم دے
ہے ہیں وہ اپنے فرزندوں کے نام ایسے کیوں تجویز کرتے جو اللہ کے پیارے نہیں تھے
جن کو وہ بہتر نہیں جانتے تھے۔

ب لطیفہ

کئی دوستوں نے ایک عجیب لطیفہ سنایا کہ شہر سرگودھا میں ایک آنکھوں کے ڈاکٹر
جن کے پاس جب کوئی ایسا مریض جاتا ہے جس کا نام صدیق یا عمر یا عثمان ہو تو پہلے

تو اس کو زیر علاج رکھنے سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی نا قابل رد سفارش
جاتا ہے تو پھر اس غریب کو ہمیشہ کیلئے آنکھ کے مرض سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔
تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس قسم کے آئی سپیشلسٹ محب ائمہ معصومین کے ز
میں علاج کی خدمات پیش نہ کر سکے ورنہ ان کا نور دیدۂ ائمہ کے ساتھ بھی یہی سلو
ناگزیر تھا جو نہی وہ مقدس ہستیاں اپنا نام ابو بکر یا عمر یا عثمان بتاتیں ادھر دستِ محبت
محبت کا مظاہرہ کر گزرتا۔ ایسے ڈاکٹر صاحب کا یہ نظریہ بھی خارج از حکمت نہیں کیو
ابو بکر و عمر، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آنکھ کے ساتھ نسبت بھی تو ہے۔ دیکھئے
تشیع کی معتبر ترین کتاب معانی الاخبار مطبوعہ ایران صفحہ ۱۱۰ جہاں امام عالی مقام
حسن رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر میری
ہے عمر میرے گوش مبارک ہیں عثمان میرا دل منور ہے اور تفسیر امام حسن عسکری
السلام مطبوعہ ایران صفحہ ۱۶۴ و ۱۶۵ کہ جہاں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ابو بکر بمنز
میری آنکھ کے ہے تو ایسی صورت میں محبت و تولی کا سارا مظاہرہ آنکھ ہی کے مت
پیش کرنا زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

وائے افسوس!

حضرت انتہائی تعجب ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنے روزمرہ مشغلہ کے متعلق
تاریخ سے اس قدر بے خبر ہیں کہ ان کو ائمہ معصومین کے نام تک معلوم نہیں ان
واضح ترین طرز حیات و تصریحات اور لائحہ عمل تو در کنار محض جہالت پر مبنی ایک
ساختہ دھرم پر کیوں اتر آتے ہیں چونکہ صاحب کشف الغمہ نے اہل السنت والجما
کے متعلق بڑے شد و مد کے ساتھ اتہام باندھا تھا۔ کہ وہ ائمہ معصومین کی روایا
نہیں مانتے۔ اسی خوف سے میں نے اہل تشیع ہی کی معتبر ترین کتابوں کو حاصل کر
ان سے صرف وہی روایتیں جو ائمہ طاہرین معصومین سے ہیں اور جن کے متعلق
کامل ہے کہ محبت و تولی کا دم بھرنے والے ایسی روایتوں کو سر آنکھوں پر رکھیں گے

ۃے ہی ایمان لائیں گے۔ اہل عقل وانصاف کی خدمت میں پیش کی ہیں۔
یہ رسالہ گویا کلمۃ باقیہ ہے اللہ تعالیٰ منظور فرمائے اور اپنے مقبولین کے طفیل اہل
اف و دانش کو اس سے ہدایت بخشے اور مجھ غریب کو جزائے خیر سے سرفراز فرما
ے۔ آمین ثم آمین۔

وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ وَلَا حَوْلَ
وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

فقیر محمد قمرالدین سیالوی غفراللہ لہ
سجادہ نشین آستانہ اقدس سیال شریف (ضلع سرگودھا)
بتاریخ ۱۸۔ ربیع الآخر ۱۳۷۷ھ یوم الاثنین

خوشخبری

مشہور و معروف محدث و مفسر حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ؒ کا عظیم شا

تفسیر مظہری

جس کا جدید اور مکمل اردو ترجمہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف نے اپنے نامور فضلاء سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔

مشہور و معروف محدث و مفسر حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر ؒ کا عظیم شا

تفسیر ابن کثیر

جس کا جدید اور مکمل اردو ترجمہ ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف نے اپنے نامور فضلاء علامہ محمد اکرم الازہری، علامہ محمد سعید الازہری، علامہ محمد الطاف حسین الازہری سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔

ان شاء اللہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

جلد اس علمی کارنامے کو منصۂ شہود پر لانے کا شرف حاصل کرے گا۔

صاحبانِ ذوق ومحبت اور اربابِ فکر ونظر

مژدۂ جانفزا

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے

بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا لازوال شاہکار
درد وسوز اور تحقیق وآگہی سے معمور تصنیف

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور، کراچی۔ پاکستان

قرآن کتاب ہدایت ہے۔
مکمل ضابطہ حیات ہے۔
قرآن ہماری دنیوی اور اخروی کامیابی کا ضامن ہے۔
قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری کی معرکہ آرا تفسیر

خوبصورت ترجمہ • بہترین تفسیر

ضیاء القرآن

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ ہے

ترجمہ: جس کے ہر لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے
تفسیر: اہل دل کے لیے درد و سوز کا ارمغان

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

تنویر الابصار

بتقبیل المزار

تصنیف

حضرت شیخ الاسلام علامہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ